THE

High School HISTORY OF INDIA

(From the Earliest Times to 1926 A. D.)

تواریخ هند

زمانہ قدیم سے سنہ ۱۹۲۶ تک

BY

Manmatha Nath Ray M. A., L. T. (All.)

PART II.

FIRST EDITION.

Nand Kishor & Bros,
PUBLISHERS & BOOKSELLERS,
Chowk, Benares City.
1927.

THE
High School
HISTORY OF INDIA

by

MANMATHA NATH RAY M. A., L. T.

Prescribed by the Calcutta and the Hindu Universities and the Text-book Committee of Behar & Orissa;

Approved by text-book Committees of the Punjab, U. P. & C. P.

Completely covers the syllabus prescribed for the High School Examinations of U. P. & C. P. and the Matriculation Examinations of the Punjab, the Patna, & the Calcutta Universities.

Hindi Edition Rs. 2/- } Urdu Edition: Part I **(Ancient & Mediaeval) Rs 1/4** Part II (**Modern**) **Ans. -/12/-**

دیباچہ

میں بہت خوشی کے ساتھ آج اس ہائی اسکول تواریخ ہند کو اُردو زبان میں پیش کرتا ہوں اس زبان میں تالیف کرنیکی ضرورت یوں ہوئی کہ طالبعلموں کے لئے مدرسے کی تعلیم میں انکی مادری زبان کا استعمال بہت رائج ہوگیا ہے۔ میرا پورا خیال ہے کہ تواریخ ہندوستان کا مکمل پڑھانا جتنا مادری زبان کی وساطت سے ہوسکتا ہے اُتنا غیر ملک کی زبان سے کبھی ممکن نہیں اسکا باعث یہ ہے کہ تواریخ کی سچی تعلیم صرف گذشتہ زمانے کے غیر متعلق باتوں کا بتانا نہیں ہے بلکہ خاص منشا اُسکی تعلیم کا یہ ہے کہ گذشتہ حالات کو جو علاقہ بالفعل کے حالات سے ہے وہ سمجھایا جائے۔

مجھے پورا یقین ہے کہ جبتک لڑکونکی روزانہ زندگی سے تواریخی تعلیم کو علاقہ نہوگا اسوقت تک نہ تو شہروں میں بود و باش کا طریقہ انھیں معلوم ہوگا اور نہ طریقۂ تعلیم قابل اطمینان اور فائدہ بخش ہوگا فی الواقع روزانہ زندگی میں مُلکی معاملات سے بہت بڑھکر مذہبی و جماعتی معاملات کاریگری تجارت ادبیات و طریقۂ تعلیم اور ایسی ایسی اکثر ضروری باتوں کے جاننے کی احتیاج ہے یہ کتاب اس مقصود کو پیش نظر رکھکر مرتب ہوئی ہے۔ اسلئے ذیل کی باتوں پر خیال کرکے یہ تالیف شایع کی گئی ہے۔

(۱) بشرط امکان جغرافیہ و تواریخ اور سبب و نتیجے کا باہمی علاقہ صاف صاف دکھایا گیا ہے۔

(۲) ہر خاص زمانے کے بیان کے آخر میں اسوقت کے مذہب جماعت کاریگری تجارت ادبیات اور ایسے ایسے امور کا مفصل بیان ہے۔ اس تفصیل میں ہم ہندو بودھ جین اور دوسرے مذہبوں کے بیان کے ساتھ ہی دین اسلام کے احوال بھی ظاہر کرتے گئے ہیں اور ہر زمانے کے گذشتہ اور مابعد کے وقت کا علاقہ بھی ان امور میں لکھا گیا ہے۔

(۳) ہند کے واقعات جدید کے ساتھ قدیم اور درمیانی حالات کا نزدیکی علاقہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا یہ دوسرا حصہ بھی بہت تامل اور احتیاط سے لکھا گیا ہے۔ اسکے ترمیم کرنے میں سنگی کتابے

ذی علم جماعتوں کے رسالوں کی تقریریں اور معتبر تصنیفات کے علاوہ پوران - سمرتی تنتر اور پالی کتابوں سے بھی استنباط کیا گیا - پس میں متوقع ہوں کہ اس میں بہت سی نئی باتیں مندرج ہوئی ہیں - درمیانی زمانے کے بیان میں بھی بہت سی ایسی باتیں درج کی گئیں ہیں جنکا تذکرہ خاطر خواہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔

یہاں میں بہت مسرت کیساتھ اظہار کرتا ہوں کہ اس کتاب کے تالیف میں مجھکو بنارس سنسکرت کالج کے شہرۂ آفاق پرنسپل معظم پنڈت گوپی ناتھ صاحب کبیراج سے بہت امداد ملی ہے - پنڈت صاحب موصوف کے علم کا بیحد خزانہ میرے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے - شاگرد و اُستاد کے تعلق میں انکے احسانات کا حق کبھی ادا نہیں کر سکتا۔

اس تواریخ کو اُردو میں مرتب کرنے کے وقت مجھکو ادیب نامی و شاعر گرامی مولوی مرزا محمد حسن صاحب پروفیسر عربی فارسی اُردو - ہندو کالج سے بہت مدد ملی - میں ان کا بھی مرہون احسان ہوں -

میں بابو نبایک پرشاد صاحب - سی - ٹی ٹیچر انگریزی مشن ہائی اسکول رام نگر بنارس اسٹیٹ کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے بذریعہ نظر ثانی اس کتاب کی زبان کو نہایت ہی عام فہم اور بامحاورہ بنا دیا ہے اور جنکی توجہ سے اطباع کی نگرانی بوجہ احسن ظہور میں آئی -

میں متوقع ہوں کہ یہ کتاب مقبول ارباب علم و دانش ہوگی - ناظرین سے التماس ہے کہ اگر کوئی امر اس کتاب کو زیادہ تر مفید بنانے کا خیال میں آئے تو ازراہ مہربانی مجھکو آگاہ فرمادیں میں بہت شکرگذاری کے ساتھ اوس پر نظر کرونگا۔

بنارس

ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء

مصنف

فہرست مضامین

تیسرا حصّہ — انگریزوں کا تسلط

تیسرا حصّہ

انگریزوں کا تسلّط

(۱) انگریزی اور فرانسیسی کمپنیاں (سنہ ۱۶۰۰ء سے سنہ ۱۷۴۴ء)

انگریزی کمپنی۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سنہ ۱۵۸۸ء میں جب انگریزوں نے اسپین والوں اور پرتگال والوں کو ایک بڑی بحری جنگ میں نہایت سخت شکست دی اور جب سنہ ۱۵۹۹ء میں ڈچ لوگ انگریزوں سے مرچ کا دام دو گنا لینے لگے (پہلے ایک پونڈ مرچ کا دام تین شلنگ تھا اب چھ اور آٹھ شلنگ دینے ہوتے تھے) اسیوقت سے انگریزی سوداگروں نے ہند کے ساتھ بوساطت سوداگری نفع پانے کی اُمید پر سنہ ۱۶۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نام رکھکر ایک انگریزی کمپنی قایم کی۔

اس کمپنی نے پوربی سمندر میں پرتگالیوں اور ڈچ لوگوں سے لڑ بھڑکر اور مغل بادشاہوں کی اجازت لیکر ہند میں ساحل پر کئی کوٹھیاں کھولیں۔ انمیں سے سورت (سنہ ۱۶۱۳ء) ہگلی (سنہ ۱۶۳۴ء) مدراس (سنہ ۱۶۳۹ء) بمبئی (سنہ ۱۶۶۸ء) کلکتہ (سنہ ۱۶۹۰ء) مشہور ہیں۔ انکے علاوہ اور بھی کئی کوٹھیاں تھیں۔ اسکے ساتھ ہی شاہجہاں اور فرخ سیر نے انگریزی کمپنی کو بنگالے میں بغیر محصول کے تجارت کرنے اور کوٹھیاں کھولنے کی اجازت دی تھی۔

اب تجارت میں اس کمپنی کو بہت منفعت اٹھاتے دیکھکر روکڑ کی کمی پوری کرنے کو سنہ ۱۶۹۸ء میں انگریزی سرکار نے ایک الگ کمپنی بنائی۔ مگر پرانی کمپنی نے اندر اور باہر اس سے بہت برخلافی کی پس سنہ ۱۷۰۲ء میں دونوں کمپنیوں کو ایکساتھ ملاکر ایک مجموع کمپنی بنالی گئی۔ اس کا نام یہ ہوا "ہند میں تجارت کرنے والی سوداگروں کی متحد کمپنی"۔ اس کمپنی نے سنہ ۱۷۵۷ء اور سنہ ۱۸۵۷ء کے درمیانی زمانہ میں تمام ہند پر انگریزی فتحمندی کا جھنڈا بلند کر دیا۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ شروع میں انگریز تجارت کے خیال سے اس مُلک میں آئے تھے سلطنت قایم کرنے یا آبادی بسانے کے لئے نہیں۔ ان باتوں کے لئے ان کا خیال امریکہ پر بہت تھا۔ پھر ایسے ماجرے وقوع ہوئے کہ گویا مجبوراً انھیں اس مُلک میں سلطنت قایم کرنی پڑی۔

فرانسیسی کمپنی۔ سنہ ۱۶۶۴ء میں فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے پہلے دو اور فرانسیسی کمپنیاں بنی تھیں جنھوں نے افریقہ مڈگاسکر، جزیرۂ فرانس اور مارشیش وغیرہ پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ اور بہت دنوں تک وہ مقام انکے جہازی بیڑوں کے خاص مقام تھے کیونکہ یہ جزیرے یورپ سے ہندوستان آنے والے جہازوں کے بیچوں بیچ راستے پر ہیں۔

فرانسیسی کوٹھیاں۔ اس کمپنی کے ظہور کے تین برس بعد سورت میں پہلی کوٹھی کھولی گئی۔ اسکے بعد فرانسیسیوں نے سنہ ۱۶۷۴ء میں بنگال میں چندرنگر اور مدراس کے دکھن پانڈیچری کو خریدا اور وہاں پر قلعے بنوائے۔ قلعہ کی

نگہبانی کے لیئے دیسی سپاہیوں کو یورپ کے قاعدوں کے مطابق تعلیم دیجانے لگی۔

گورنر ڈوماس (۱۷۳۵ء سے ۱۷۴۱ء) ڈوماس نے پہلے پہل دیسی سیاست میں شریک ہوکر دکھن میں فرانسیسیوں کا زور بڑھایا۔ اور اپنے فوج کی مدد سے تانجور کی حکومت پر ایک اپنا طرفدار راجہ مقرر کیا۔ راجہ نے خوش ہوکر فرانسیسی کمپنی کو کاریکل بخش دیا۔ پھر جب رگھوجی بھونسلے نے آرکٹ کے نواب کو مار ڈالا تب گورنر ڈوماس نے اوس کے رشتہ داروں کو مرہٹوں کے ہاتھوں سے بچایا اور انھیں اپنی پناہ دی۔ مرہٹے یہ دیکھکر بہت بگڑے اور پانڈیچری پر حملہ کرنا چاہا۔ اسپر ڈوماس نے ان بیچاروں کو اون کے ہاتھ میں نہیں دیدیا اس نیکی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مسلمانی طاقتیں فرانسیسیوں کے ماتحت ہوگئیں۔ نظام نے ڈوماس کی بہت تعریف کی اور بادشاہ محمد شاہ نے اسے منصبدار اور نواب بھی بنا دیا۔ جس کارروائی کی بنیاد ڈوماس نے ڈالی تھی اوسے اوس کے مددگار اور شاگرد ڈوپلے نے اپنے سر اوٹھالیا۔

ڈوپلے۔ ڈوپلے کا باپ فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں میں سے ایک تھا۔ ڈوپلے ۱۶۹۷ء میں پیدا ہوا۔ جب اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی اسیوقت اس نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ کچھ دنوں تک پانڈیچری کاونسل کا ایک ممبر رہنے کے بعد ۱۷۳۰ء میں وہ چندرنگر کا گورنر منتخب ہوا۔ ڈوپلے نے گورنر بنکر دور دور کے ملکوں کے ساتھ تجارت شروع کردی۔ یہانتک کہ تبت میں بھی فرانسیسی مال جانے لگا۔ دس برس کے

جسوقت وہ پانڈیچری کا گورنر ہوا اسوقت چندر نگر بہت رونق پر آگیا۔ دریا کے کنارے روز دس بارہ جہاز مال سے لدے دکھائی دیتے تھے۔

جسوقت ڈوپلے پانڈیچری کا افسر بنایا گیا اُس وقت اس مقام کی مُلکی سیاست کی کچھ اور ہی کیفیت تھی۔ جنگی تیغ اوس کی دیگ کا زمانہ تھا۔ ڈوپلے نے بنگال میں رہتے رہتے الہ وردی خاں کو صرف تلوار کی زور سے بنگالے کا نواب بنتے دیکھا تھا۔ نادرشاہ کو دلی لوٹتے سُنا تھا۔ دکھن میں آکر اوس نے انور الدین کو نیا نواب بنتے دیکھا تھا۔ انھیں تجربوں سے اوس کے دل میں یہ حرکت پیدا ہوئی تھی کہ اپنی تلوار کے زور سے دکھن میں ایک محکم زبردست ریاست قایم کروں۔ اسوقت وہاں اور کمپنیوں کی بہ نسبت فرانسیسی کمپنی کی زیادہ عزت و قدر تھی۔ انکے پاس انگریزی قاعدوں کی تعلیم یافتہ بڑی فوج بھی موجود تھی۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستانی طریقوں سے لڑنے والی کوئی فوج بھی ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ یہ دیکھکر اوس نے دل میں دو باتیں ٹھہرائیں ایک یہ کہ دیسی سلطنتوں پر تلوار کے زور سے اپنا سکّہ جمانا دوسرے یہ کہ دکھن سے انگریزوں کو ہٹا دینا۔ ان میں سے پہلی بات تو آسان تھی لیکن دوسری ٹیڑھی کھیر تھی۔ ان باتوں سے تم کو ضرور یقین ہو گیا ہو گا کہ فرانسیسیوں کی نظر پہلے ہی سے تجارت پر نہ تھی بلکہ ایک سلطنت قایم کرنے کی طرف تھی۔

خلاصہ

سنہ ۱۶۰۰ء .... انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی بنی

سنہ ۱۶۶۴ء .... فرانسیسی کمپنی بنی

سنہ ۱۷۰۲ء .... متحدہ انگریزی کمپنی بنی

سنہ ۱۷۳۵ء سے سنہ ۱۷۴۱ء .... گورنر ڈوما۔

سنہ ۱۷۴۱ء سے سنہ ۱۷۵۴ء .... گورنر ڈوپلے

(۲) کرناٹک کی لڑائیاں (سنہ ۱۷۴۴ء۔ سنہ ۱۷۶۳ء)

ڈوپلے کے پانڈیچری کے گورنر بننے کے بعد جب انگریزی اور فرانسیسی کمپنیوں کی حالت ایسی تھی تب اس نے یہ سمجھا کہ میری دلی خواہش پوری کرنے ہی کے لئے یورپ میں انگریز اور فرانسیسی سنہ ۱۷۴۴ء میں باہم لڑ گئے۔ اس خبر کے پھیلتے ہی جہاں جہاں انگریز اور فرانسیسی تھے آپس میں لڑنے لگے۔ ڈوپلے نے بھی موقع پاکر انگریزوں پر حملہ کر دیا۔ لڑائی کے چھڑتے ہی ڈوپلے نے آرکٹ کے نواب انورالدین سے دوستی کرلی۔

کرناٹک کی پہلی لڑائی (سنہ ۱۷۴۴ء سے سنہ ۱۷۴۸ء)

جب انگریزوں نے پانڈیچری پر چڑھائی کرنا چاہا تب انورالدین نے

ادھیں روکا سنہ ۱۷۴۶ء میں جزیرہ ماریشش سے کئی فرانسیسی جنگی جہاز بھی آپہونچے ڈوپلے نے اونکی مدد سے مدراس پر حملہ کر دیا۔ انگریزوں نے نواب سے مدد مانگی لیکن ڈوپلے نے انورالدین کو پہلے ہی سے اپنے پھندے میں پھنسا رکھا تھا۔ اس نے یہ وعدہ کیا کہ انگریزوں سے مدراس چھین کر میں تمھیں کو دوں گا۔ نواب نے مدد دینے سے انکار کیا۔ فرانسیسیوں نے مدراس لے لیا۔ انگریزوں نے وہاں سے بھاگ کر سینٹ ڈیوڈ کے قلعہ میں پناہ لی۔ مدراس لینے کے بعد ڈوپلے اسے دبا بیٹھا۔ اس سے نواب نے برا مانا اوس کے مقابلے کو ایک زبردست فوج روانہ کی۔ لیکن ڈوپلے نے اسے شکست دی۔ پہلے تو فرانسیسی نواب کے رعایا تھے لیکن اس فتح کے بعد یہ علاقہ بالکل جاتا رہا۔ ڈوپلے کی ہمت دن دونی رات چوگنی ہونے لگی۔ اس کے بعد ڈوپلے نے سینٹ ڈیوڈ کے قلعہ لینے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اسکی ناکامیابی سے انگریزوں کے دلوں میں جوش آنے لگا۔ اوتھوں نے بھی پانڈیچری پر حملہ کیا لیکن قابض نہ ہو سکے۔ بات زیادہ نہ بڑھنے پائی تھی کہ اسیوقت سنہ ۱۷۴۸ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں میں صلح ہوگئی۔ اس صلح کے مطابق ڈوپلے کو لازم ہوا کہ انگریزوں کو مدراس واپس کر دے۔

لڑائی کا نتیجہ۔ انگریزوں اور نواب کو شکست دینے کی وجہ سے ڈوپلے کی شان بہت بڑھ گئی۔ وہ بھی دیسی ریاستوں میں دخل اندازی

کرنے لگا۔ ڈوپلے میں ایک عیب یہ تھا کہ وہ ابتک خشکی کی فوج پر زیادہ
بھروسا رکھتا تھا۔ شاید اوسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک یورپ کی طاقت
کو بحری قوت پر زیادہ اطمینان ہونا چاہیئے۔ اخیر میں اس جنگ کا
نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں فرانسیسیوں کے تمام جنگی جہاز برباد ہوگئے۔
اور انگریزوں کی بحری طاقت اور بھی زیادہ ہوگئی۔

کرناٹک کی دوسری لڑائی (سنہ ۱۷۵۰ء سے سنہ ۱۷۵۴ء) فرانسیسیوں
میں سنہ ۱۷۴۸ء کی صلح ہو جانے کے بعد بھی ہندوستان میں ان کے درمیان
دوبارہ سنہ ۱۷۵۰ء میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی۔
ان دنوں انگلستان، یا فرانس سے ہندوستان آنے جانے میں سال
ڈیڑھ سال کا عرصہ لگ جاتا تھا۔ اسلئے ہندوستان کے گورنروں کو
تمام معاملوں میں یورپ کے سرکار کی رائے نہیں لینی پڑتی تھی۔ وہ
بہت سے کام اپنی طبیعت کے مطابق بھی کر لیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۷۵۰ء میں
موقع پاکر ڈوپلے نے پورا ارادہ کر لیا کہ اس دفعہ دکھن میں نہ صرف
فرانسیسی ریاست قایم کروں گا بلکہ انگریزوں کو یہاں سے نکال دونگا۔

لڑائی کی وجہ۔ شروع میں چاند صاحب کے مورث کرناٹک
کے نواب تھے۔ کچھ دن کے بعد نظام آصف جاہ نے چاند صاحب کو
نواب، نہ بنا کر انورالدین کو نواب بنایا۔ انورالدین اور ڈوپلے میں
بنتی، نہ تھی اور ڈوپلے نے اسے ایکبار شکست بھی دی تھی۔ ڈوپلے

ایک ایسے آدمی کی تلاش میں تھا جسے نواب بناکر مقصد پورا کرے اس کے لئے اس نے چاند صاحب کو متحرک کیا۔ اور اوس کا طرفدار بنکر انورالدین کے خلاف لڑنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ۱۷۴۸ء میں نظام آصف جاہ نے انتقال کیا اور اوس کا دوسرا بیٹا ناصر جنگ نظام بنا۔ لیکن آصف جاہ کے نواسے مظفر جنگ نے مخالفت کی اور کہا کہ دلّی کے بادشاہ نے مجھے نظام بنایا ہے۔ اسلئے حیدرآباد کے مسند کا میں مستحق ہوں۔ اوس نے بھی ڈوپلے سے مدد چاہی۔ اسوقت لڑنے والوں کی یہ کیفیت تھی۔

فرانسیسی			
چاند صاحب	(کرناٹک)	انورالدین	(کرناٹک کے نواب)
مظفر جنگ	(حیدرآباد)	ناصر جنگ	(حیدرآباد کے نظام)

۱۷۵۰ء میں چاند صاحب اور مظفر جنگ نے فرانسیسی سپہ سالار بُوسی کی مدد سے نواب انورالدین کو قتل کرڈالا۔ اسکا بیٹا محمدؐ علی ترچناپلی کے قلعہ میں جا چھپا اسی موقع پر بُوسی نے جنجی وغیرہ کے قلعے لے لئے اور چاند صاحب کرناٹک کا نواب بنایا گیا۔

کرناٹک کا نواب نظام کے ماتحت تھا۔ اسلئے ناصر جنگ نے چاند صاحب کو نواب ماننے سے انکار کیا اور کرناٹک میں جاکر اسے شکست دی۔ چاند صاحب پانڈیچری کو فرار ہوا۔ ناصر جنگ نے محمدؐ علی کو نواب بنایا۔ اسی اثنا میں اس نے مظفر جنگ کو بھی گرفتار کیا

لیکن خود درباریوں نے بندش کر کے ناصر جنگ کو مار ڈالا۔ مظفر نظام بنا۔ اور اوس نے چاند صاحب کو نوابی دی۔ اب ان دوستوں کی ترقی کے ساتھ فرانسیسیوں کا بھی ستارہ بلند ہونے لگا۔ محمدؐ علی ترچناپلی بھاگا اور اور انگریزوں کی مدد چاہی۔ پہلے کہا جا چکا ہے کہ انگریز صرف صلح پسند تجارتی تھے۔ تلوار کی زور سے ابھی تک سلطنت قائم کرنے کی خواہش بالکل نہ تھی۔ لیکن جب انھوں نے اپنے دشمن یعنی فرانسیسیوں کی اتنی ترقی اور عزت دیکھی تب اونھوں نے بھی اپنی جان و مال کی محافظت کیلئے تلوار اُٹھانے کا مصمم ارادہ کیا۔ ادھر جیسے مظفر جنگ مارا گیا ویسے فرانسیسی سپہ سالار بُوسی نے فوراً آصف جاہ کے بیٹے صلابت جنگ کو نظام بنا کر فرانسیسیوں کے رُعب کو بدستور قائم رکھا۔ ناچار ہو کر انگریزوں نے محمدؐ علی کو مدد دینے کا وعدہ کیا اسوقت جس شخص کی بہادری اور چالاکی کی وجہ سے انگریزوں کے حالت کی ترقی ہوئی اور ہندوستان میں ان کا قدم جما ہوس کا نام رابرٹ کلایو تھا۔

رابرٹ کلایو۔ انگلستان کے سراپ شائر کے ضلع میں ۱۷۲۵ء میں رابرٹ کلایو کی پیدائش ہوئی۔ لڑکپن میں کلایو نہایت شوخ و شریر تھا لکھنے پڑھنے کی طرف بالکل رجحان نہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے لڑکوں کا گروہ بنا کر خود اُن کا سردار بنتا تھا۔ اس گروہ کی مدد سے وہ ڈھیلے مارنے کا ڈر دکھا کر دوکانداروں سے کھانے کی چیزیں یا پیسے وصول کیا کرتا تھا۔

اگرچہ کے اونچے ٹیلے اور اونچی سے اونچی دیواریں اوسکی بیٹھک تھیں وہ ہمیشہ مار پیٹ میں لگا رہتا تھا۔ اوس کے باپ نے اسکی تعلیم کے لیئے بہت کچھ کوششیں کیں لیکن بالکل فضول ہوئیں۔ ناچار اوس نے اٹھارہ برس کی عمر میں کلایو کو ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک محرر بناکر ہندوستان میں بھیجا کہ اسکی چال چلن میں تبدیلی ہو جاوے۔ جب پہلے ۱۷۴۳ء میں کلایو مدراس میں آیا اُسوقت اوسے بہت مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ پھر بھی اوس کے اطوار درست نہوئے۔ وہ اکثر اپنے افسروں سے لڑ جاتا تھا۔ فرانسیسی لڑائی کے وقت ان انگریزی محرروں کو بجائے قلم کے تلوار لینی پڑیں۔ بس کلایو نے بھی تلوار اوٹھائی اور انگریزی سپہ سالار میجر لارنس کے ساتھ پانڈیچری پر حملہ کردیا اور سینٹ ڈیوڈ کے قلعہ کی محافظت میں نہایت دلیری دکھلائی۔ جسپر خوش ہوکر میجر نے اوسے باقاعدہ فوج میں داخل کرلیا۔ اُسوقت سے بیشک کلایو دوسری راہ پر چلنے لگا اور اوسکی حالت بدل گئی۔ جو قت انگریزوں نے محمد علی کو مدد دینی قبول کی اوسوقت صف بندیاں اسطرح تھیں۔

انگریز }	فرانسیسی }
محمد علی	چاند صاحب

لڑائی کے واقعات۔ ادھر چاند صاحب اور فرانسیسی محمد علی کو ترچناپلی میں گھیر پڑے رہے ڈوپلے کے بار بار کہنے پر بھی فرانسیسی سپہ سالاروں نے قلعہ پر چڑھائی نہ کی اور یہ وقت فضول برباد کیا۔ دوسری طرف

کلایو نے انگریزوں کو یہ صلاح دی کہ اسوقت محمد علی کے پاس ترچناپلی میں فوج بھیجنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور ناحق سپاہیوں کا خون ہوگا۔ اس سے بہتر ہوگا کہ ہم لوگ چاند صاحب کے پائے تخت یعنی آرکٹ کو قبضہ میں کرلیں۔ ایسی حالت میں چاند صاحب کو یا تو آرکٹ سے ہاتھ دھونا پڑے گا یا وہ ترچناپلی چھوڑکر یہاں دَوڑ آئیگا۔ مدراس کاونسل نے بھی اس رائے کی تائید کی اور اوسی کو سپہ سالار بناکر اسطرف روانہ کیا۔

آرکٹ کا محاصرہ۔ سنہ ۱۷۵۱ء میں کُل دو سَو گورے اور چھ سَو ہندوستانی سپاہی لیکر کلایو آرکٹ کے سامنے آکر موجود ہوا۔ زیادہ تر سپاہی چاند صاحب کے ساتھ ترچناپلی چلے گئے تھے اسلئے یہاں کی محافظت کے لیئے کوئی نہ تھا۔ جو یہاں تھے وہ بھی فرار ہوئے۔ اسلئے کلایو نے نہایت آسانی سے آرکٹ لے لیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں میں چاند صاحب نے اپنے بیٹے راجہ صاحب کو آٹھ سَو سپاہیوں کے ساتھ آرکٹ پھر فتح کرنے کے لیئے روانہ کیا وہ پچاس دن تک آرکٹ کو گھیرے رہے۔ کلایو نے بھی نہایت بہادری کے ساتھ اتنے دنوں تک اپنی چھوٹی فوج کے ساتھ قلعہ کی محافظت کی۔ آخر ناچار ہوکر راجہ صاحب نے قلعہ پر حملہ کیا۔ لیکن کلایو نے مرہٹوں کی مدد لیکر اوسے بڑی بُری طرح شکست دی۔ راجہ صاحب کی فوج بھاگ چلی۔ کلایو نے آرکٹ سے نکلکر اون کا پیچھا کیا اور انھیں پھر سخت ہزیمت دی۔ ادھر تو یہ حالت تھی ادھر مرہٹوں نے چاند صاحب کو گرفتار کرلیا۔ اور اوسے

قتل کرڈالا ۔ ان سب واردات کا یہ نتیجہ ہوا کہ انگریزوں کے دوست محمد علی کو آرکٹ کی نوابی ملی ۔ اس کے بعد بھی اور دو سال تک لڑائی جاری رہی ۔ فرانسیسی سپہ سالار بوسی نے کارروائی کرکے نظام صلابت جنگ سے فرانسیسی کمپنی کے رفاہ کے لئے کرشنا ندی کے مہانے سے اڑیسہ تک لمبی چوڑی زمین وبالی جسکا نام شمالی سرکار تھا ۔ یہ جگہہ پہاڑ اور جنگلوں سے گھری ہوئی تھی اور فقط ایک قلعہ کے برابر تھی ۔ بوسی کبھی کبھی ڈوپلے کو مالی مدد دیتا تھا فرانسیسی کئی جگہہ ناکامیاب ہوئے اور ترچنا پلی بھی نہ لے سکے ۔ فرانسیسیونکی ہزیمت سے دکھن میں انگریزونکی دھاک جم گئی ۔

ڈوپلے کی آخری حالت

ڈوپلے کی آخری حالت ۔ ڈوپلے نے حتی الوسع جیسا دستور ہے کہ لڑائی میں روپے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ بہت سنبھالا ۔ اس نے اپنی جائداد دوستوں کی دولت سب کچھہ اس لڑائی میں ختم کردیا ۔ آخرکار اوسے قرض لینے کی ضرورت پڑی ۔ فرانسیسی سرکار نے ڈوپلے کی ان کارروائیونکو بالکل فضول سمجھا اسی لئے روپے پیسے کا معاملہ سامنے آیا تو پیچھے ہٹنے لگی اور ڈوپلے کو ناقابل سمجھکر نوکری سے برخاست کردیا ۔ اس سے ڈوپلے کی بڑی دلشکنی ہوئی اور وہ گھر پھر گیا ۔ اس کے بعد فرانسیسی گورنر نے انگریزونکی رائے کے مطابق صلح کرلی اور محمد علی کو کرناٹک کا نواب مان لیا ۔ اس سے دکھن میں انگریزوں کا دبدبہ اور زیادہ ہوگیا ۔ کاربندی اور حکمت عملی میں ڈوپلے کے مقابلہ کا وہاں دوسرا کوئی نہ تھا ۔

ڈوپلے کو شکست کیوں ہوئی ۔ اس میں کام کرنے کی طاقت زیادہ نہ تھی ۔ اسلئے اسے ادنےٰ طبیعت کے لوگوں پر زیادہ اعتماد کرنا پڑتا تھا۔ کلایو اور لارنس کے برابر زبردست مددگار بھی اسکے پاس نہ تھے۔ جو تھے بھی وہ خود غرض تھے اور ان میں بھی نااتفاقی پھیلی ہوئی تھی ۔ فرانس والوں نے بھی اسکی حمایت نہ کی ۔ انھیں وجہوں سے اسکی ہار ہوئی ۔

کرناٹک کی تیسری لڑائی ۔ ۱۷۵۶ء میں انگریزوں اور فرانس والوں کے درمیان پھر یورپ میں لڑائی چھڑ گئی یہ لڑائی برابر سات برس تک جاری رہی ۔ اسلئے جہاں جہاں انگریز اور فرانسیسی تھے آپس میں لڑنے لگے لیکن ہندوستان میں ۱۷۵۸ء میں لڑائی شروع ہوئی ۔ جسوقت یہ لڑائی شروع ہوئی اوس وقت انگریزوں کی اور ہی حالت تھی ۔ ان لوگوں نے بنگال پر اپنا پورا قبضہ کر لیا تھا ۔ اس مُلک کی دولت بھی انھیں کے ہاتھ میں تھی ۔ کرناٹک میں بھی ان کا رُعب غالب تھا ۔ ایسی حالت میں ان کا کون مقابلہ کر سکتا تھا ۔

واقعات ۔ لڑائی کی خبر ملتے ہی ۱۷۵۷ء میں کلایو نے چندر نگر لیلیا ۱۷۵۸ء کے بیچوں بیچ میں فرانس سے کاونٹ لالی آپہونچا ۔ اسکے مزاج میں رُوکھاپن بہت تھا ۔ پھر اسوقت پانڈیچری کے فرانسیسی نہایت آرام طلب بنگئے تھے ۔ اور سب طرح کے بد افعال لوگ ان میں مِل جُل گئے تھے ۔ لالی کو یہ حُکم تھا کہ وہ ان تمام خرابیوں کو دُور کرے ۔ ایک تو اسکا مزاج

روکھا تھا ہی اس نے آتے ہی سختی کے برتاؤ شروع کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ اس سے بگڑ کھڑے ہوئے اور اسے بالکل مدد نہ دی۔ لالی نے آتے ہی شمالی سرکار کے فرانسیسی افسر کو اور حیدرآباد سے سپہ سالار بوسی کو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ بلا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دو جگہوں سے فرانسیسیوں کو ہاتھ دھونا پڑا۔ لالی نے قلعہ سینٹ ڈیوڈ اور کئی مقاموں کو دخل کر لیا۔ نئی آفت یہ آئی کہ پانڈیچری والوں نے اوس کی فوج کی رسد بند کر دی۔ لالی کی فوج باغی ہو گئی ناچار ہو کر لالی نے مدراس پر حملہ کیا۔ لیکن انگریزوں نے بہادری کے ساتھ قلعہ کی محافظت کی اور اوسے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

اسیوقت کئی انگریز جنگی جہاز لئے آپہونچے۔ انگریزوں کا زور دیکھکر لالی کو وہاں سے چلے جانا پڑا۔ تھکی ماندی اور بھوکی فوج لیکر وہ پانڈیچری کیطرف روانہ ہوا۔ راستے میں سرآئر کوٹ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سرآئر کے ساتھ ایک بڑی فوج تھی اس نے سنہ ۱۷۶۰ء میں لالی کو وانڈی واش پر نہایت بری طرح شکست دی۔ لالی بھاگا اور پانڈیچری میں پناہ لی۔ انگریزوں نے اس مقام کو بھی گھیر لیا۔ بیچارہ لالی قریب نو مہینے تک برابر بھوکا لڑتا رہا۔ آخر کار سنہ ۱۷۶۱ء میں لالی کو انگریزوں کے ہاتھ بغیر کسی شرط کے اپنے کو سپرد کرنا پڑا۔ انگریزوں نے اسے قید کر کے انگلستان بھیجدیا۔ اسکے بعد فرانس بھیجدیا گیا۔ وہاں کے بادشاہ نے اوسے قتل کر ڈالا۔

لڑائی چھڑتے ہی کرنل فورڈ نے فرانسیسیوں سے تمام شمالی سرکار ۱۷۵۹ء میں چھین لیا۔ پانڈیچری فتح کرنے کے بعد انگریزوں نے وہاں کے قلعہ کو مسمار کر ڈالا۔ ادھر مالا بار کے کنارے ماہی کو بھی لے لیا (۱۷۶۱ء)۔

انجام۔ آخر کار ۱۷۶۳ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان صلح ہوگئی۔ تجارت کے لئے پانڈیچری۔ چندر نگر اور ماہی فرانسیسیوں کو پھر سے واپس کردیئے گئے۔ جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسیونکا دبدبہ ہندوستان سے ہمیشہ کے لئے بالکل جاتا رہا۔ انگریزوں کا سکّہ پوری طرح جمگیا۔

فرانسیسیوں کی شکست کا سبب۔ اِن کی نگاہ ہمیشہ سلطنت قایم کرنے پر تھی۔ انگریزی کمپنی ابتدا سے تجارت پر متوجہ تھی۔ بس وہ جلد مالدار بنگئی۔ اور اسطرف تجارت پر توجہ نہ کرنے سے فرانیسی کمپنی کا دوالہ نکل گیا۔ یہ کمپنی سرکاری تھی اِسلئے فرانیسی سرکار کو اس کا نقصان اوٹھانا پڑتا تھا۔ انگریزی سرکار حتی الوسع فوج اور روپیوں سے اپنی دیسی کمپنی کو مدد ہرطرف سے پہونچاتی رہی۔ لیکن فرانیسی سرکار نقصان کیڑکے ڈر سے اسطرح کی مدد پہونچانے میں پہلو تہی کرتی رہی۔ علاوہ اِسکے انگریزوں کی بحری قوت بہت زیادہ تھی۔ ۱۷۴۸ء کے قریب انگریزوں کی جہازی طاقت تمام یورپ میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ اِس سبب سے تری کا راستہ بالکل اِنھیں کے قبضے میں تھا۔ اِس سے فرانسیسیوں کے لئے اِس مُلک میں

فوج اور آلات حرب بھیجنے کی دشواری پڑ گئی۔
ہندوستان میں انگریزوں کے کئی اچھے سپہ سالار ہو گئے تھے۔ مثلاً میجر لارنس کلایو فورڈ وغیرہ۔ انکے مقابلے کے افسر فرانسیسیوں کے پاس نہ تھے۔ اور جو تھے بھی وہ خود غرض تھے۔ اور علاوہ اسکے ان میں اتفاق بالکل نہ تھا۔ اخیر بات یہ ہے کہ ان دنوں فرانسیسی سرکار نہایت مضمحل ہو گئی تھی۔ اور اسیوقت انگلستان میں سب سے بڑے مدبر وزیر پٹ صاحب کاروبار سلطنت کرتے تھے۔ انکی سیاسی عقل کا مقابلہ فرانس کا کمزور بادشاہ یعنی لوئس پنجدہم کیونکر کرسکتا تھا۔

خلاصہ جنگہائے کرناٹک

پہلی لڑائی	سنہ ۱۷۴۴ء	سنہ ۱۷۴۸ء
فرانسیسیوں نے مدراس لے لیا		سنہ ۱۷۴۶ء
صلح		سنہ ۱۷۴۸ء
دوسری لڑائی	سنہ ۱۷۵۰ء	سنہ ۱۷۵۴ء
نظام آصف جاہ کی وفات		سنہ ۱۷۴۸ء
آرکٹ کا محاصرہ		سنہ ۱۷۵۱ء
ڈوپلے کی شکست		سنہ ۱۷۵۴ء
تیسری لڑائی	سنہ ۱۷۵۶ء	سنہ ۱۷۶۳ء

لالی نے قلعہ ڈیوڈ لے لیا ۱۷۵۸ء

فورڈ نے شمالی سرکار کو فتح کیا ۱۷۵۸ء

وانڈیواش کی لڑائی ۱۷۶۰ء

انگریزوں نے پانڈیچری لے لیا ۱۷۶۱ء

صلح ۱۷۶۳ء

(۳) بنگال کی جیت

نادر شاہ کی چڑھائی کے بعد ۱۷۳۹ء میں بنگال کے نواب بالکل آزاد ہو گئے اور انھوں نے دہلی کو مالگذاری بھیجنا بالکل بند کر دیا۔ مرشد قلی خاں کے نواسے کو ہرا کر ۱۷۴۰ء میں علی وردی خاں بنگال کا نواب بنا۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے اُڑیسہ بھی اپنے قبضہ میں کر لیا لیکن رگھوجی بھوسلا نے علی وردی خاں کو شکست دیکر اُڑیسہ اس سے لے لیا۔ ۱۷۵۶ء میں علی وردی خاں کی وفات کے بعد اس کا نواسہ سراج الدولہ بنگال کا نواب بنا۔

سراج الدولہ۔ اس وقت سراج کی عمر ۲۴ برس کی تھی اوسکے نانا علی وردی کے لاڈ پیار نے اوس کا مزاج بالکل بگاڑ رکھا تھا۔ نواب ہوتے ہی دربار کے چند خود غرض لوگوں سے رنجش ہو گئی ان درباریوں میں ایک شخص کشن داس اپنی تمام دولت لیکر وہاں سے بھاگا اور کلکتے کی انگریزی کوٹھی میں آکر پناہ گیر ہوا۔ سراج نے خبر پاتے ہی کمپنی کو حکم دیا کہ فوراً اس کو میرے

اختیار میں بیہودہ ۔ کمپنی والوں نے کوشش کی کہ نواب کا حکم ٹال دیں۔
یہ حرکت دیکھکر سراج بگڑا ادھیں دنوں یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے
درمیان ہفت سالہ جنگ جاری تھی اسلئے انگریز اپنے کمپنی کی حفاظت کے لئے
قلعہ کی مرمت کر رہے تھے مگر اس مرمت کے لئے نواب سے اجازت نہیں لی تھی۔ سراج نے اسے اپنی
خلاف شان سمجھکر فوراً حکم دیا کہ انگریزی قلعہ ڈھادیا جائے۔ انگریزوں نے اسپر بھی اپنے کان بہرے
کر لئے اس سے ناراض ہوکر سراج نے انگریزوں کو بنگال سے نکال دینے کا ارادہ
کیا اور مرشدآباد کے قریب قاسم بازار میں جو انگریزوں کی کوٹھی تھی اوس پر نہایت
آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا اور کلکتہ لینے کی غرض سے آگے بڑھا۔

کلکتے کی چڑھائی ہوتے ہی قلعہ کی رہنے دالی عورتوں اور بال بچوں کے
ساتھ گورنر ڈریک جہاز پر چڑھکر فرار ہوئے۔ جو لوگ بھاگ نہ سکے ہالول
ایک انگریز اون کا افسر بنا اور نہایت بہادری کے ساتھ دو روز تک سراج
سے لڑتا رہا۔ مگر آخر کار شکست تسلیم کر کے قلعہ کو نواب کے ہاتھ سپرد کرنا پڑا۔
نواب بہت خوبی کے ساتھ انگریزی قیدیوں کے ساتھ پیش آیا ۔ لیکن کمپنی کے
خزانے کے پچاس ہزار روپئے اوس نے لے لئے ۔ جب رات ہوئی تو قیدیونکو
ایک افسر کے حوالے کر کے نواب اپنے خیمہ میں چلا گیا ۔

شام ہوتے ہی چند گوروں نے شراب پیکر غل کرنے لگے ۔ اسپر ایک افسر نے
تمام گورونکو ایک چھوٹی سی کوٹھری میں بند کر دیا جب صبح کو دروازہ کھولا گیا تو
۱۴۶ ۔ آدمیوں میں سے کل ۲۳ ۔ آدمی بیہوشی کی حالت میں زندہ نکلے۔ تاریخی

اصطلاح میں اس واقعہ کو کالی کوٹھری کا حادثہ لکھا ہے۔ اگرچہ چند عالموں کی رائے میں یہ حادثہ ہالول کا ایجاد کردہ مضمون سمجھا جاتا ہے۔ مگر بالفعل کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آرمینی تاجر کے خط میں اس کا ذکر ہے پس اس سے کچھ صداقت اس احوال میں ضرور ہے۔

کلایو کی کلکتے کی چڑھائی ۔ اس شکست کی خبر جب مدراس میں پہنچی تو انگریزوں نے کلایو کو سپہ سالار اور واٹسن کو جہازی بیڑے کا کمانڈر بنا کر بھیجا انھوں نے نہایت آسانی کے ساتھ بج بج اور کلکتہ لے لیا اور ہگلی شہر کو بھی ۱۷۵۷ء میں جیت لیا۔ نواب سراج الدولہ پھر کلکتہ پہونچا۔ اس دفعہ اس نے بغیر کسی جنگ کے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لی۔ اسکے مطابق انگریزی کمپنی کو پہلے کی طرح بنگال میں بغیر محصول کے تجارت کرنے کی اجازت ملگئی اور نقصان کا معاوضہ بھی ملا۔

اتنے میں ہندوستان میں بھی انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اسلئے کلایو اور واٹسن نے ۱۷۵۷ء میں چندرنگر لے لیا۔ نواب نے ناراض ہوکر کہلا بھیجا کہ اپنی حرکت سے انگریزوں نے صلح کو توڑ دیا اور فرانسیسیونکا طرفدار ہوکر انکے ساتھ لڑنے کی تیاری کی۔

نواب کے خلاف سازش ۔ اسوقت نواب کے خلاف چند خودغرض درباری اس کے برخلاف بندشیں کرنے لگے۔ یہ لوگ اس منصوبہ میں تھے کہ سراج کو تخت سے اوتار کر اوس کے رشتہ دار اور

سپہ سالار میر جعفر کو نواب بنادیں۔ کلایو بھی انکے ساتھ ملگیا۔ کلایو کو یہ لالچ دلائی گئی کہ اگر سراج کو تخت سے اُتار کر میر جعفر کو نواب بنادے تو زرکثیر بطور انعام دیا جائیگا۔

پلاسی کی لڑائی۔ بات پکی ہو جانے پر کلایو ۱۰۰۰ گورے ۲۱۰۰ سپاہی کے ساتھ کلکتہ سے مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ نواب نے پچاس ہزار پیدل اور اٹھارہ ہزار سوار لیکر دارالسلطنت کے دکھن پلاسی میں چھاؤنی ڈالی۔ کلایو نے بہت تامل کے بعد پلاسی کے آم کے باغچہ میں آکر پناہ لی۔ ۲۷ر جولائی ۱۷۵۷ء کی صبح کو لڑائی شروع ہوئی۔ نواب کلایو کی فوج کو گھیرنا چاہتا تھا۔ پس اس نے اس قاعدے سے اپنے فوج کی مورچہ بندی کی کہ میدان جنگ میں میر جعفر اور راجہ رائے درلبھ کی سرداری میں فوج کو رکھا اور کچھ فوج اور فرانسیسی گولہ اندازوں کو سپہ سالار میر مدن کے ماتحت کرکے انگریزوں کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ میر مدن بہادری کے ساتھ لڑنے لگا۔ لیکن تھوڑے ہی دیر میں مارا گیا۔ اوس کی جگہہ موہن لال سپہ سالار قایم ہوا۔ اس نے بھی نہایت دلیری کے ساتھ لڑائی کی لیکن میر جعفر اور راجہ رائے درلبھ نے اسکی بالکل مدد نہ کی۔ نواب کی فوج میں بارود بھیگ جانے کی وجہ سے توپیں فضول پڑی رہیں۔ مگر انگریزوں کیطرف سے آم کے باغ کے اندر سے برابر گولے مارتے تھے۔ میر مدن کے مرنے کے بعد نواب ناامید ہوگیا۔ اور میر جعفر اور راجہ رائے درلبھ کی رائے پوچھی۔ اب تو انھیں پورا موقع ملا۔ انھوں نے رائے دی۔ فی الحال لڑائی ملتوی کردی جائے

کل از سرِ نو پھر تیاری کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ انکے کہنے کے مطابق نواب نے لڑائی بند کرنے کی اجازت دیدی۔ اسیوقت میر جعفر ذرا بائیں طرف کو ہٹا۔ موقع دیکھکر کلایو باغ کے باہر آیا اور نواب کی فوج پر یک بیک ٹوٹ پڑا۔ لڑائی چھڑتے ہی نواب کی فوج نے بھاگنا شروع کیا۔ اسی طرح کلایو نے پلاسی کی لڑائی میں بنگال کے نواب سراج الدولہ کو شکست دی۔ انگریزی فوج میں صرف ۲۴ گورے اور ۱۶ سپاہی مارے گئے۔

نتیجہ۔ درحقیقت پلاسی کی لڑائی کوئی لڑائی نہ تھی لیکن اس کا اثر تمام ہندوستان پر پڑا۔ لڑائی میں ہار ہونے کے بعد نواب مرشدآباد سے بھاگ نکلا۔ لیکن اسکے دشمنوں نے قلعہ کے باہر ہی اوسے پکڑ لیا۔ اور اسکے بعد میر جعفر کے بیٹے میرن نے اوسے قتل کر ڈالا۔ ادھر کلایو نے لڑائی جیت کر مرشدآباد لے لیا اور میر جعفر کو نواب بنایا۔ میر جعفر خوش ہوگئے اور خزانے کا تمام روپیہ کلایو اور اوس کے افسروں کے درمیان لٹا دیا وہ کلکتے میں رہنے والے انگریز بھی نہیں بھولا۔ ہر ایک کو خوش کیا۔ لیکن اسوقت سے میر جعفر برائے نام کا نواب رہگیا۔ کیونکہ اس کا سب کاروبار کلایو نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اسیوقت میر جعفر نے کمپنی کو کلکتے کے آس پاس کی زمین دیدی جو آج چوبیس پرگنے کے نام سے مشہور ہے۔ اوس دن سے ہندوستان کے اور اور حصوں سے خاصکر میسور سے لڑنے کے لئے جسقدر دولت کی ضرورت پڑتی تھی اوسے بنگال مہیا کرنے لگا۔ اب تو فرانسیسی کمپنی کے لئے مقابلہ کرنا اور بھی دشوار

ہوگیا۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۴۰ء .... سنہ ۱۷۵۶ء .... الٰہ وردی خاں
سنہ ۱۷۵۶ء .... سنہ ۱۷۵۷ء .... سراج الدولہ
سنہ ۱۷۵۷ء .... پلاسی کی لڑائی

(۴) میر جعفر اور میر قاسم

میر جعفر سنہ ۱۷۵۷ء سنہ ۱۷۶۰ء - میر جعفر نے نواب بنکر انگریز افسروں اور گورنروں کو انعام دے دیکر خزانہ خالی کر ڈالا۔ پھر بھی وہ صرف نام ہی کا نواب تھا۔ حقیقت میں انتظام بالکل کلایو ہی کے ہاتھ میں تھا۔ سنہ ۱۷۵۷ء میں کلایو کمپنی کا گورنر بنایا گیا۔ اسی سال دلی کے بادشاہ کے بیٹے شاہزادے عالی گوہر نے بہار پر چڑھائی کی۔ لیکن کلایو نے انھیں وہاں سے بھگا دیا۔ اسیوقت کلایو نے کرنل فورڈ کو بھیجا کہ فرانسیسیوں سے شمالی سرکار چھین لیوے۔ چنانچہ اسی سال کے اندر یہ بھی فتح ہوا۔ میر جعفر نے اب انگریزوں کے ہاتھ رہائی پانے کے لئے ڈچ لوگوں کی پناہ لی۔ ان لوگوں نے اسکی مدد کے لئے جاوا کے جزیرہ سے کئی جنگی جہاز اور ایک فوج روانہ کی۔ لیکن انکی شکست ہوئی اور کلایو نے ڈچ لوگوں سے ان کا تجارتی مقام یعنی چنسرا بھی چھین لیا۔ اس جیت کا

یہ نتیجہ ہوا کہ اسکے بعد سے بنگالے میں کوئی بھی یورپ کی کمپنی اتنی خوشحال نہ رہی جو انگریزوں کی مخالفت کر سکتی۔ اسکے بعد کلایو انگلستان چلا گیا۔

میر قاسم ۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۳ء۔ کلایو کے چلے جانے پر میر جعفر نہایت مشکل میں پڑا۔ کلکتے کے کونسل والے بار بار اس سے روپئے کا تقاضا کرنے لگے۔ آخر کار جب وہ روپیہ نہ دے سکا تو کونسل والوں نے اسکے داماد میر قاسم کو نواب بنایا۔ قاعدے کے مطابق میر قاسم نے کمپنی کے نوکر چاکروں کو بیس لاکھ روپئے رشوت میں دیئے اور کمپنی کی فوج کی رسد وغیرہ کے لئے بردوان۔ مدناپور۔ اور چٹگاؤں کے ضلع بھی دے دیئے۔ میر قاسم لایق اور مدبر نواب تھا۔ نوابی ملنے کے تھوڑے ہی دن بعد مالگذاری کا بقایا ادا کرنے کیلئے زمینداروں کو مجبور کیا۔ اسی طرح اس نے نوابی فوج کی باقی تنخواہ اور کمپنی کا قرض بھی ادا کر دیا۔ بعد اسکے بنگال اور بہار کا نیا بندوبست کرکے لگان مقرر کر دی اور مالگزار بھی بہت بڑھا دی۔ لیکن انگریزی کمپنی والوں کے آگے اسکی بھی دال نہ گلی۔

میر قاسم کی بغاوت۔ کلایو کے جانے کے بعد کمپنی والے من مانی کارروائی کرنے لگے۔ ان کی تنخواہ بھی کم ملتی تھی۔ یہ لوگ اس ملک میں روپیہ کمانے کی غرض سے آئے تھے۔ اسلئے تجارت کرکے اور رشوت لیکر روپیہ اکٹھا کرتے تھے۔ بادشاہ فرخ سیر نے کمپنی کی چیزوں کو بغیر محصول کے ہندوستان میں آنے جانے کی اجازت دیدی تھی۔ کمپنی کے نوکر اور ان کے گماشتے بھی اس حکم کا فائدہ اٹھانے لگے۔ یعنی وہ بھی بغیر محصول دئے اپنا مال لاتے تھے اور

تجارت کر کے نفع اوٹھاتے تھے۔ لیکن دیسی تاجروں کو محصول دینا ہوتا تھا۔ اسلئے وہ اسقدر منفعت نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ اب کمپنی کے نوکروں کو رشوت دیکر کچھہ دیسی تاجروں نے بھی بغیر محصول کے تجارت کرنی شروع کر دی اور گماشتوں اور انگریز سوداگروں کے علاوہ کچھہ دیسی آدمی بھی انگریزی کمپنی کے سپاہی اور اردلی کا بھیس بناکر بیچاری رعایا کی خوب دولت لوٹنے لگے۔ یہاتک نوبت پہو نچگئی تھی کہ اگر کسی انگریز کے آنے کی خبر ملتی تھی تو لوگ گھر چھوڑکر جنگلوں میں بھاگ جاتے تھے۔ دوکانیں بند ہو جاتی تھیں اور بازار لوٹ جاتے تھے۔ مختصر یہ کہ ان دنوں بنگال میں بہت تلاطم پھیلا ہوا تھا۔

میر قاسم خود سر نواب بنا چاہتا تھا۔ میر جعفر کی طرح کسی کا تابع رہنا پسند نہ کرتا تھا۔ انگریزوں کے ہاتھ سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں لگا رہا۔ اسوجہ سے اس نے اپنا دارالسلطنت وہاں سے دُور لیجاکر منگیر میں قایم کیا اور وہاں انگریزی قاعدے کے مطابق اپنی فوج کو تعلیم دینی شروع کی۔ جب اسکو اپنی طاقت پہ پورا اعتماد ہوگیا۔ تب اس نے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کمر باندھی۔

اسباب کافی موجود تھے۔ میر قاسم نے اس ناجائز محصول کی نسبت کلکتہ کاؤنسل کو لکھ بھیجا اور کیا دیسی اور کیا انگریزی سبھی سوداگروں سے محصول لینا بند کر دیا۔ اسپر کاونسل کے خود غرض ممبروں نے دیکھا کہ اب ایسی حالت میں دیسی سوداگروں کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور اون کو ہر طرف نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ اسلئے ان لوگوں نے نواب کا حکم نہ مانا۔

نواب اور کونسل والوں میں خط کتابت ہو رہی تھی کہ پٹنہ کے کوٹھی وال
ایلس صاحب یکایک شہر کے اوپر رات کے وقت ٹوٹ پڑے اور
خوب لوٹ پاٹ کی نواب نے اس حرکت سے ناراض ہو کر پٹنہ قاسم بازار
وغیرہ کی کوٹھیوں میں جتنے انگریز تھے سبکو قید کر لیا۔ کلکتہ کاؤنسل والوں نے
پھر میر جعفر کو نواب بنا کر میر قاسم سے لڑنا طے کیا۔ لڑائی چھڑ گئی اور کئی مقاموں پر
نواب کی ہار ہوئی۔ اس سے بگڑ کر پٹنے میں انگریزوں کو قتل کر ڈالا (سنہ ۱۷۶۳ء)
جب انگریزوں نے پٹنہ اور نواب کے دارالسلطنت پر پورا قبضہ کر لیا تب
وہاں سے بھاگ کر شجاع الدولہ سے جا ملا۔ میر قاسم کے کہنے سے برائے نام
بادشاہ شاہ عالم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ نے بہار پر سنہ ۱۷۶۴ء میں
حملہ کر دیا۔ لیکن فوجی سردار منرو نے انھیں بکسر کی لڑائی میں بُری طرح سے
شکست دی۔ اور دوسرے سال نواب سے چنار اور الہ آباد کے قلعے لیلیا۔
نتیجہ۔ پلاسی کی لڑائی ہی کے وقت انگریزی سلطنت کی بنیاد بنگال میں
پڑی تھی۔ جو کچھ کمی باقی رہی وہ بکسر کی لڑائی میں پوری ہو گئی۔ دلّی کے بادشاہ
شاہ عالم نے اسوقت سے اپنے کو انگریزوں کے ہاتھ سپرد کر دیا۔ انگریزوں کا
دور دورا اودھ کی ریاست تک پھیل گیا۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۵۷ء ... سنہ ۱۷۶۰ء ... میر جعفر

سنہ ۱۷۵۹ء ...... ڈچ لوگوں کی ہار

سنہ ۱۷۶۰ء ...... میر قاسم ...... سنہ ۱۷۶۳ء

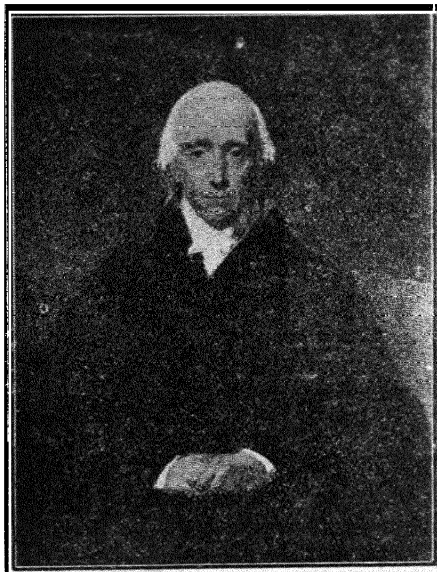
سنہ ۱۷۶۳ء ...... پٹنے کا معرکہ

سنہ ۱۷۶۴ء ...... بکسر کی لڑائی

(۵) تبدیلی کے وقت بنگال کی حالت سنہ ۱۷۶۵ء سنہ ۱۷۷۴ء

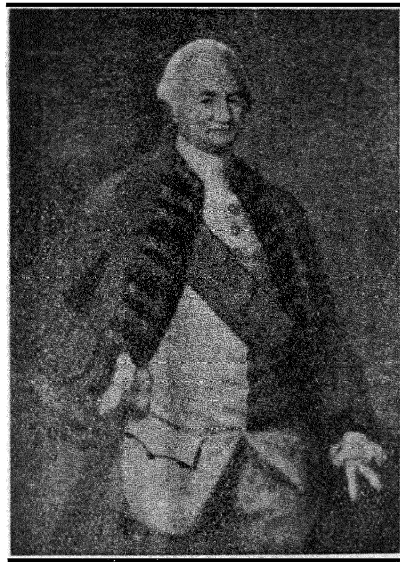
لارڈ کلایو سنہ ۱۷۶۵ء سنہ ۱۷۶۷ء۔ اس لڑائی کے بعد ہی لارڈ کلایو دوسری بار گورنر ہوکر ہندوستان میں آیا اس نے اس ملک میں انگریزوں کا سکہ بخوبی جما دیا تھا۔ بس لئے اس خیر خواہی کے انعام میں انگلستان کے بادشاہ نے اوسے لارڈ کا خطاب عطا فرمایا۔ میر قاسم کی لڑائی کی خبر بھی وہاں پہونچ گئی تھی۔ اور اونھیں یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ کمپنی کے نوکروں نے ظلم کرنا شروع کیا۔ پس اس لڑائی کی مدد کے لئے اور ان نوکروں کی درستی کے لئے ان لوگوں نے پھر لارڈ کلایو کو یہاں بھیجا۔

الہ آباد کا صلحنامہ۔ (سنہ ۱۷۶۵ء) کلکتہ پہونچتے ہی لارڈ کلایو کو خبر ملی کہ کونسل نے میر جعفر کے ایک بیٹے نجم الدولہ سے بیس لاکھ روپیہ کی رقم بطور رشوت لیکر اوسے نواب بنا دیا ہے! رشوت لینے کی مناہی کمپنی نے پہلے ہی کردی تھی۔ کلایو کے پہونچتے ہی کونسل والے لڑنے جھگڑنے لگے۔ انھیں دبا کر کلایو فوراً الہ آباد پہونچا۔ وہاں پہونچکر اوس نے شاہ عالم اور شجاع الدو



(Chap. 7.)

Warren Hastings.



(Chap. 5.)

Lord Clive.

کے ساتھ ۱۷۶۵ء میں صلح کرلی۔

اس صلح کے مطابق شجاع الدولہ کو پچاس لاکھ روپیہ لڑائی کے ہرجانے میں کمپنی کو دینا پڑا۔ الہ آباد اور کڑہ کے پرگنے شاہ عالم کو دئے گئے اور سالانہ چھبیس ۲۶ لاکھ روپیہ مالگذاری کے بدلے پاکر بادشاہ نے کمپنی کو بنگال بہار اور اڑیسہ کی دیوانی لکھ دی۔ اور شمالی سرکار کو کمپنی کی ماتحتی میں کر دیا اور کرناٹک کے نواب کو خودسر بنادیا۔

نتیجہ۔ دلی کے بادشاہ اگرچہ برائے نام بادشاہ رہگئے تھے تاہم اس ملک کی عام رعایا بہت دنوں تک انکو مانتی رہی۔ اس صلح کے بعد دلی کے بادشاہ کمپنی کے پنشن یافتہ اور ماتحت ہو گئے تھے۔ بلکہ جب سے بادشاہ نے بنگال بہار واڑیسہ کی دیوانی کمپنی کو عنایت فرمائی اور شمالی سرکار کو دیدیا تب سے کمپنی کو یہاں والے ایک دیسی قوت ماننے لگے۔ اودھ کی ریاست بھی تب ہی سے کمپنی کے اختیار میں آگئی۔ کرناٹک کا نواب نظام سے چھٹکارا پاتے ہی کمپنی کا تابع ہوگیا۔ قصہ کوتاہ انگریزوں کا دبدبہ تھوڑے ہی دنوں میں ہند کے پوربی حصوں میں اچھی طرح سے نمایاں ہوگیا۔

ڈبل گورنمنٹ۔ اسی وقت سے بنگال اور بہار میں ڈبل گورنمنٹ شروع ہوا اس بندوبست کے مطابق بنگال اور بہار کی سیاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ فوجداری اور پولیس کا انتظام نواب کی طرف سے ہوتا تھا۔ اس کے بدلے کمپنی اوسے ترپن لاکھ روپیے سالانہ دیتی تھی کمپنی فوج رکھتی تھی

اور مالگذاری وصول کرتی تھی۔ لیکن کئی برس تک پہلے کی طرح دیسی افسر مالگذاری وصول کرتے رہے۔ ان افسروں کا نام "نائب ناظم" تھا۔ ایک مرشد آباد میں دوسرا پٹنے میں رہتا تھا۔

نتیجہ۔ یورپ کی اور اور قوموں سے اور خود انگریزی سرکار سے بھی اس بات کے چھپانے کو کہ کمپنی کو ریاست ملکی کلایو نے یہ انتظام قایم کیا تھا۔ نواب صوبہ دار تھا اور کمپنی اوس کی دیوانی کا کام انجام دیتی تھی۔ مگر چونکہ فوج کمپنی کے ہاتھ میں تھی اسلئے بنگال میں کمپنی کا اختیار بخوبی قایم ہوگیا۔ لیکن رعایا پر اس ڈبل گورنمنٹ کا بہت برُا اثر پڑا۔ کمپنی کا سب کچھ اختیار تھا لیکن ذمہ داری کچھ بھی نہ تھی۔ اس لئے کمپنی کے نوکر آزادی کے ساتھ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق کام کرنے لگے اور نواب کے افسروں کو بالکل نہ مانکر اپنا اپنا مطلب حاصل کرنے لگے پھر جب عام لوگوں نے بھی دیکھا کہ اصل اختیارات کمپنی کے ہاتھ میں ہے تو وہ نوابی سرکار کو نہ مانکر اپنی خواہش کے مطابق کام کرنے لگے اس کا نتیجہ ہوا کہ پلاسی کی لڑائی سے لیکر وارن ہسٹنگس کے وقت تک بنگال کے وقت تک بنگال میں ایک طرح کی بدنظمی پھیلی رہی۔

کلایو کا انتظام کو درست کرنا۔ کلایو صرف سپہ سالار نہیں بلکہ وہ مُلک کا عمدہ منتظم بھی تھا۔ اس دفعہ اس نے آکر کمپنی کے تمام افسروں کو رشوت لینے سے منع کردیا اور خود بھی اس سے دست بردار رہا۔ ایک سوداگری کمپنی کھولکر اسی کے منافع سے افسروں کی آمدنی بڑھانے کی کوششیں کیں اس لئے

اوس نے مرشدآباد اور پٹنے کے ریزیڈنٹوں کو مالگزاری جمع کرنے کا سپرنٹنڈنٹ بنادیا۔ فوج میں بھی اس نے کئی درستیاں کیں۔ سپاہی جب لڑتے رہتے ہیں اسوقت انھیں علاوہ تنخواہ کے بھتا بھی ملتا ہے۔ فتح جنگ پلاسی کے بعد میر جعفر نے انگریز افسروں کا بھتا دونا کردیا۔ اس کا نام ڈبل بھتا ہوا۔ کلایو نے افسروں کا ڈبل بھتا بند کردیا۔ اور انھیں پہلے کی طرح صرف ایک ہی بھتا دینے کا انتظام کیا۔ افسر لوگ اسپر بہت بگڑے اور بلوہ کرنے پر تیار ہوے لیکن کلایو نے اونھیں دبادیا۔

کلایو کے جانے کے بعد بنگال کی حالت۔ جب تک کلایو اس ملک میں رہا تب تک اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ کمپنی کے نوکروں کو رکھا اس نے رشوت ستانی بند کردی۔ اور اونکی ذاتی تجارت کی بھی مناہی کردی۔ لیکن اس کے جاتے ہی وہ پہلے کی طرح آزاد بن بیٹھے۔ ذاتی تجارت پر زیادہ خیال رکھتے تھے۔ رشوت بھی خوب لینے لگے۔ اور لوگوں پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔ نواب کے افسروں کو ہیچ سمجھنے لگے۔ رعایا کو نہ کمپنی اپنا سمجھتی تھی اور نہ نواب۔ چکی میں دانے کی طرح بیچارے دونوں طرف سے پستے رہے۔ ناچار لوگ کھیتی کا کام چھوڑ چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگنے لگے۔ گاؤں بالکل اُجاڑ ہو گئے اور جہاں زراعت ہوتی تھی وہاں جنگلی جانور چرنے لگے۔

۱۷۷۰ء میں پانی نہ ہونے کے سبب سے بنگال میں سخت قحط پڑا کھیتوں میں پودے جل گئے۔ تالاب اور کوئیں کا پانی سوکھ گیا۔ ایسی حالت پر بھی کمپنی کے

نوکروں نے اپنی تجارت کی روش بند نہ کیا۔ ان لوگوں نے پہلے ہی بالکل غلہ خرید لیا۔ اس کے بعد خوب منفعت اوٹھاکر اوسی کو بیچنے لگے۔ امیروں نے تو کسی طرح خرید کر دن کاٹے۔ لیکن بیچارے غریب کسان جنگلوں میں بھاگ گئے۔ کتنے لوگ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ کتنے تالاب کا سڑا پانی پیکر اور درخت کی پتیاں کھاکر بیماری سے مرے۔ جب کھانے کی یہ نوبت پہونچی تھی تو مالگذاری کون اداکرتا۔ تجارت تو پہلے ہی سے بند ہو گئی تھی اسلئے کمپنی کو نقصان اوٹھانا پڑا۔ یہانتک کہ خرچ چلانے کے لئے اوسے اپنی انگریزی سرکار سے ۱۷۷۲ء میں قرض لینا پڑا۔ ادھر رعایا کی یہ حالت کہ کھانے بغیر مرنے لگی ادھر مالگذاری کی وصولی بند ہونے سے خزانہ خالی پڑا تھا۔ اوسی وقت ۱۷۷۲ء میں کمپنی نے وارن ہسٹنگس کو بنگال کا گورنر بناکر بھیجا۔

خلاصہ

۱۷۶۵ء ۔۔۔۔۔ ۱۷۶۷ء ۔۔۔۔۔ کلایو کی گورنری (دوسری بار)

۱۷۶۵ء ۔۔۔۔۔۔۔۔ الہ آباد کا صلحنامہ

۱۷۷۰ء ۔۔۔۔۔۔۔۔ بنگالے کا قحط

۱۷۷۲ء ۔۔۔۔۔۔۔۔ وارن ہسٹنگس گورنر ہوئے

(۶) حیدر علی اور میسور کی پہلی لڑائی

ابتدائی زندگی۔ ۱۷۲۲ء میں حیدر علی پیدا ہوا۔ اسکا باپ میسور کے ویر خاندان

کے راجہ کا نوکر تھا۔ اس نے اپنی بہادری اور عقلمندی کی وجہ سے چھوٹے عہدے سے دکھن میں لڑکر اپنا دبدبہ جمالیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے خاص سپہ سالار کا مرتبہ حاصل کرلیا۔ سنہ ۱۷۶۱ء میں راج ماتا کی ہدایت سے حیدر علی نے نابالغ راجہ چکا کرشن راج کو وزیر کے ہاتھ سے چھڑاکر خود راجہ کیطرف سے انتظام کرنے لگا۔ اور اوس کے بعد سلطان بھی بنگیا۔ اور رفتہ رفتہ پہلے مرہٹوں پھر نظام سے بھی ایک کے بعد دوسرا پرگنہ چھیننے لگا۔ اس کے سبب سنہ ۱۷۶۴ء اور سنہ ۱۷۶۵ء میں پیشوا مادھوراؤ نے اسکی ریاست پر دو دفعہ حملہ کیا اور اوسے سخت شکست دیکر اس کے بہت سے مقبوضات پر قبضہ کرلیا۔ حیدر علی نے مجبور ہوکر چھبیس لاکھ روپئے اور کچھ پرگنے دیکر مرہٹوں سے صلح کرلی۔

میسور کی پہلی لڑائی سنہ ۱۷۶۷ء سنہ ۱۷۶۹ء - الہ آباد کے صلحنامہ (سنہ ۱۷۶۵ء) کے مطابق جب کرناٹک اور شمالی سرکار انگریزوں کے ہاتھ لگے تب نظام اُن سے بدلہ لینے کا موقع ڈھونڈھتا رہا۔ جب دکھن میں حیدر علی نے اپنا دور دورہ پوری طرح سے جمالیا تب اوس کی مدد لیکر نظام نے انگریزوں سے لڑنے کا قصد کیا اور اپنی فوج حیدر کی فوج کے ساتھ ملادی۔

واقعات۔ انگریز سپہ سالار کرنل سمتھ نے جب نظام اور حیدر کی ملی ہوئی فوج کو چاندگامادرا اور ترناملی کی لڑائی میں ہرادیا تب نظام

حیدر علی کو چھوڑ کر انگریزوں سے آملا۔ تب ہی سے حیدر علی انگریزوں کے ساتھ اکیلا مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن جب کئی مقاموں پر ہار ہوئی تب اسے صلح کا مسودہ پیش کیا۔ لیکن مدراس کونسل نے صلح کرنے سے انکار کیا۔ اسپر حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو کے ساتھ کرناٹک پر حملہ کر دیا اور وہ مدراس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اوس وقت مدراس کونسل نے ۱۷۶۹ء میں اس سے فوراً صلح کرلی۔ اس صلح کے مطابق تمام جیتے ہوئے شہر اور قصبے حیدر کو واپس کر دیئے گئے۔ اور بات طے پائی کہ لڑائی کے وقت انگریز حیدر کی مدد کرینگے۔ حیدر نے مدراس کونسل کی بات مان لی۔ لیکن فوراً ہی اسے نا امید ہونا پڑا۔

انگریزوں سے مدد ملنے کی امید پر مرہٹوں کی قدیم عداوت کا بدلہ لینے کے خیال میں حیدر نے مرہٹوں پر حملہ کر دیا۔ پیشوا مادھوراؤ جب مقابلہ کرنے کو آگے بڑھا تو حیدر نے انگریزوں سے مدد مانگی مگر اونہوں نے انکار کیا۔ پس اکیلا ہی لڑتا رہا۔ مادھوراؤ اور اون کے سپہ سالار ترمبک راؤ پیشھے نے اوسکو کئی شکستیں دیکر شرنگاپٹم میں گھیر بھی لیا۔ مجبور ہوکر حیدر نے کئی صوبے اور ہرجانے کے علاوہ ایک سالانہ محصول دینے کا وعدہ کرکے صلح کرلی۔ حیدر علی کو انگریزوں کی بیوفائی نقش دل ہوگئی۔ پس بدلہ لینے کے لئے دل ہی دل میں منصوبے باندھتا رہا۔

خلاصہ

۱۷۲۲ء .... حیدر علی کی پیدائش
۱۷۶۶ء .... حیدر کا سلطان بننا
۱۷۶۷ء .... میسور کی پہلی لڑائی
۱۷۶۹ء .... صلح

(۷) بنگال کے گورنر وارن ہسٹینگس (۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۴ء تک)

ابتدائی زندگی۔ وارن ہیسٹنگس کی پیدائش ۱۷۳۲ء میں ہوئی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں ہیسٹنگس کمپنی کا محرر بنکر کلکتہ میں آیا۔ اسکے بعد وہ قاسم بازار کا کوٹھی وال بنایا گیا اور مرشد آباد کے دربار میں بہت دنوں کمپنی کا وکیل بھی رہا۔ ۱۷۶۱ء میں وہ کلکتہ کونسل کا ایک ممبر بنا۔ پھر ۱۷۷۲ء میں وہ بنگال کا گورنر بنکر اس ملک میں آیا۔

دقتیں۔ ہیسٹنگس بنگال کا گورنر تو بنایا گیا لیکن اس وقت جن دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اسکا حال سنکر تعجب ہوگا۔ کلایو کی اصلاحوں کا اثر کچھ بھی نہ ہوا۔ اسکے جاتے ہی برائیوں نے دُونی طاقت پائی۔ کلایو کے ڈبل گورنمنٹ کیوجہ سے بنگال میں بہت بدانتظامیاں پھیل گئی تھیں۔ دو دو مالک ہونے سے ملک میں ہل چل پڑ گئی تھی۔ کمپنی کے نوکر اپنی

مرضی پر سب کام کیا کرتے تھے۔ انھیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔ خزانہ بھی خالی ہو رہا تھا۔ کچہری کے نام ہنسی اُڑائی جاتی تھی۔ ڈاکوؤں کے گروہ بھی بڑھ گئے تھے۔ یہ سب تو محض کھلی ہوئی بُرائیاں تھیں۔ اسکے علاوہ اور بہت سی خرابیاں تھیں۔ ان سب کو دُور کرکے ہیسٹنگس نے ٹھیک قاعدے پر انتظام کرنے کا راستہ ڈھونڈھ نکالا۔ غرضیکہ کلایو نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور ہیسٹنگس نے اسپر حکومت کرنے کی راہ دکھائی۔

ہیسٹنگس کی اصلاحیں۔ ہیسٹنگس نے شروع ہی میں نواب سے تمام اختیارات چھین لئے۔ بنگال اور بہار کے ہر ضلع میں ایک انگریز ضلعدار یا کلکٹر مقرر کئے گئے۔ ہر ضلع میں ایک ایک دیوانی اور فوجداری کچہری قایم ہوئی۔ اپیل سُننے کے لئے کلکتے میں دو بڑی کچہریاں کھولی گئیں۔ صدر دیوانی عدالت میں دیوانی کے معاملے سُنے جاتے تھے۔ اور صدر نظامت عدالت میں فوجداری کے معاملے مسموع ہوتے تھے۔ مالگذاری وصول ہونے کا بڑا دفتر بھی کلکتہ میں چلا آیا۔ ہیسٹنگس کو خالی خزانہ بھرنا تھا۔ اسلئے پہلے اس نے تمام فضول خرچیوں کو نکال باہر کیا۔ مرشد آباد کے نواب کی پنشن کم کردی۔ بادشاہ شاہ عالم سندھیا کے پھندے میں آکر دلّی چلے گئے تھے۔ ہیسٹنگس نے انکو مالگذاری بھیجنا بھی بند کر دیا تھا۔ اس سے سالانہ ۲۶ لاکھ کی بچت ہوئی۔ اس کے علاوہ الہ آباد اور کڑا کی زمینداری ۵۰ لاکھ پر اودھ کے نواب کے ہاتھ فروخت کردی۔ کمپنی کے نوکروں کی

ذاتی تجارت روک کر اوس نے کمپنی کی تجارت بڑھادی۔ بنگال اور بہار کے زمینداروں کی سالانہ مالگذاری بڑھادی گئی۔ اُنکے ساتھ پنجسالہ بندوبست کیا گیا۔ زمینداروں کو ذمّہ دار بناکر اور پولیس کا انتظام بخوبی کرکے اوس نے ڈاکوؤں کی آمد کم کی۔ پنڈتوں اور مولویوں کی مدد سے اِس نے قانون کی دو کتابیں مرتب کیں۔

اودھ کی نسبت ہیسٹنگس کا عمل درآمد۔ اودھ کی ریاست بنگال سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ اِسکے دکھن اور پچھم میں مراہٹی ریاستیں تھیں۔ اسلئے بنگال کو مرہٹوں کے شہسواروں کے حملوں سے بچانے کے لئے ہیسٹنگس اودھ کو درمیانی طاقت بنانا چاہتا تھا اسلئے اوس کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہوئی اور اوس نے اودھ کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے دبانے کے لئے بہت کچھ کارروائیاں کیں۔ کلایو نے جسوقت شاہ عالم کو الہ آباد اور کڑا کو اودھ سے نکالدیا اسوقت اِس نے نہایت غلطی کی۔ یہ دونوں ضلع گنگا اور جمنا کے دواب میں بسے ہوئے ہیں اور نہایت زرخیز ہیں۔ اُن دنوں بنگال پر پچھم کی طرف سے چڑھائی یا تجارت کرنے کی یہی خاص سڑک تھی پھر اِن دونوں زرخیز ضلعوں کے اودھ سے نکل جانے کے سبب نواب بھی کمپنی سے ناخوش تھا۔ اِسلئے جب شاہ عالم نے اپنے کو مرہٹوں کے ہاتھ میں سپرد کردیا اسی وقت وارن ہیسٹنگس نے کلایو کی غلطی کو درست کردیا۔ اور نواب کو وہ ضلعے واپس کردیئے۔ اودھ کو مضبوط کرنے ہی کے ارادے

سے اس نے رہیلوں سے لڑائی کی۔ اور نواب کا دیوالہ نہ نکلے اس خیال سے
اوس نے بیگموں سے زبردستی روپیہ وصول کیا۔

روہیلوں سے لڑائی۔ (۱۷۷۴ء) اودھ کے پچھم اور اوتر کے کونے میں روہیلوں کی آبادی تھی۔ جس سے اس جگہہ کا نام روہیلکھنڈ ہوا۔ یہ لوگ نہایت فتنہ انگیز تھے۔ اسلئے اودھ کا نواب ان سے ہمیشہ خطرہ میں رہتا تھا۔ اسکے علاوہ ان دنوں مرہٹے روہیلکھنڈ تک تاخت وتاراج کرتے تھے۔ اور دلی میں بھی ان کا رعب خوب غالب ہو رہا تھا۔ نواب کو یہ خیال آیا کہ روہیلے مرہٹوں سے ملکر مجھے نقصان نہ پہونچائیں اسلئے چاہا کہ روہیلکھنڈ اپنی ریاست میں ملالے۔

ایکبار مرہٹوں نے روہیلکھنڈ پر حملہ کرکے بڑی ہل چل مچادی تھی۔ اسی ڈر سے روہیلوں کے سردار حافظ رحمت خاں نے نواب سے شرط کرلی تھی کہ اگر آئندہ مرہٹے روہیلکھنڈ پر حملہ کرینگے تو نواب اون کو بھگا دیگا۔ اسکی عوض میں حافظ نے چالیس لاکھ روپیہ نذر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ دوسرے ہی سال مرہٹے روہیلکھنڈ تک آئے۔ لیکن مادھو راؤ پیشوا کے انتقال کیوجہ سے انھیں واپس جانا پڑا۔ روہیلکھنڈ بالکل محفوظ رہا۔ نواب کو کچھ بھی نہ کرنا پڑا۔ لیکن پھر بھی اس نے روہیلوں سے وعدے کے چالیس لاکھ مانگے۔ حافظ نے دینا نامنظور کیا۔ نواب کے لئے یہ ایک حیلہ ملگیا۔ روہیلکھنڈ جیتنے کی خواہش تھی ہی اسلئے اس نے لڑنے کے لئے

کمر باندھی۔

اب نواب نے کمپنی کو وہی چالیس لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے ہسٹینگس سے فوج مانگی۔ اسوقت ہیسٹنگس نے یہ تین فائدے دیکھے۔ (۱) کمپنی کی آمدنی بڑھ جائیگی۔ (۲) کمپنی کے دوست یعنی نواب کی سلطنت کی سرحد گنگا تک پہونچ جائیگی۔ اس سے اوس کی طاقت اور بڑھیگی۔ اسکے علاوہ ایک قدرتی سرحد کی وجہ سے وہ مراہٹوں کو نزدیک نہ آنے دیگا۔ لیکن اگر روہیلکھنڈ آزاد رہتا اور مراہٹے اسے جیت لیتے تو اودھ کی ریاست پر بھی آسانی سے قبضہ کر لیتے اور یہ کمپنی کے حق میں مضر ہوتا۔ (۳) اودھ کی سرحد جب مرہٹوں کی سرحد سے ملجائیگی اسوقت اون سے محفوظ رکھنے کے لئے نواب کو ہمیشہ انگریزوں کی محتاجی بنی رہیگی۔

۱۷۷۴ء میں ایک انگریزی فوج ساتھ لیکر نواب نے روہیلکھنڈ پر حملہ کر دیا اور فتح بھی ہوئی۔ لڑائی میں حافظ خاں مارا گیا۔ تمام روہیلے مجبور ہوئے کہ گنگا پار چلے جائیں۔ ایک روہیلے سردار نے نواب کو بہت سی دولت نذر کی اس پر خوش ہو کر نواب نے اوسے روہیلکھنڈ میں رہنے کی اجازت دی رامپور کے نواب اسی خاندان سے ہیں۔

انتظام کنندہ قوانین۔ پہلے کہا جا چکا ہے کہ کمپنی کی آمدنی گھٹنے کے خاص سبب یہ تھے کہ نوکروں اور عملوں کی ذاتی تجارت۔ بدانتظامی اور بنگال کا قحط۔ پھر کمپنی کو ہر سال سرکار انگریزی کو ایک محصول دینا پڑتا تھا

۱۷۷۲ء میں کمپنی کو اتنا خسارہ اوٹھانا پڑا کہ خرچ کے لئے اسے سرکار انگریزی سے قرض لینا پڑا۔ اپنا قبضہ کمپنی پر جمانے کے لئے اور مفتوحہ مقامونکی حکومت کے ارادے سے پارلیمنٹ نے ۱۷۷۳ء میں انتظام کنندہ قانون جاری کیا اُس قانون کے مطابق بنگال کے گورنر کمپنی کے تمام علاقوں کے جو ہندوستان میں تھے گورنر جنرل قرار دئے گئے۔ انکی مقرری پارلیمنٹ سے ہوئی۔ پارلیمنٹ نے وارن ہیسٹنگس کو پہلا گورنر جنرل انتخاب کیا۔ گورنر جنرل کے لئے ایک مجلس قایم کی گئی جسمیں چار ممبر رہتے تھے۔ انھیں بھی پارلیمنٹ ہی مقرر کرتا تھا۔ پہلی بار کلیورنگ۔ مانسن اور فلپ فرانسس ولایت سے ممبری کے لئے بھیجے گئے۔ اور چوتھا ممبر باردل تھا جو پہلے ہی سے کمپنی کا ملازم تھا۔ گورنر جنرل کو اس مجلس کی رائے کے مطابق کام کرنا پڑتا تھا۔ کلکتہ میں ایک عدالت عالیہ قایم ہوئی۔ اس کے جج ولایت سے مقرر ہوکر بھیجے جاتے تھے۔ جج اور عدالت گورنر جنرل کے ماتحت نہ تھے۔ یہ ایک خود سر محکمہ مانا گیا۔ مقدم جج سر ایلیجا امپے تھے جو ہیسٹنگس کے ہمنشین تھے۔

عیوب قانون۔ قانون کے بنانے والے اس مُلک کے سیاسی قاعدوں سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اسلئے یہ قانون بالکل ولایتی ڈھانچے پر بنا تھا۔ اسکے علاوہ گورنر جنرل انکے کاونسل اور عدالت عالیہ کے اختیارات ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کئے گئے تھے اسلئے گورنر جنرل کے اختیارات

بالکل گھٹ گئے تھے اور دستور العمل کے قایم کرنے کے لیے انھیں اپنی مجلس اور عدالت عالیہ کے خلاف بہت دنوں تک لڑنا پڑا۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۷۲ء .... وارن ہیسٹنگس گورنر بنا
سنہ ۱۷۷۳ء .... انتظام کنندہ قانون
سنہ ۱۷۷۴ء .... روہیلوں کی لڑائی

(۸) وارن ہیسٹنگس پہلا گورنر جنرل سنہ ۱۷۷۴ء۔ سنہ ۱۷۸۵ء

کاؤنسل کے جھگڑے۔ ولایتی سرکار کے چُنے ہوئے کاؤنسل کے تین ممبر اور عدالت عالیہ کے جج سنہ ۱۷۷۴ء میں ہندوستان میں آئے۔ ان کے پہونچتے ہی نئے قانون کے مطابق کارروائیاں شروع ہوئیں۔ کاؤنسل کے تینوں ممبر متفق الرائے تھے۔ یہ لوگ اس مُلک کے سیاسی قاعدوں سے بالکل ناواقف تھے۔ ان لوگوں کا خیال یہی تھا کہ گورنر جنرل کی خودسری کی طاقت کو محدود رکھیں اور کمپنی کے عملوں کی بُرائیوں کو دُور کریں۔ اسلیے پہونچتے ہی یہ لوگ ہیسٹنگس کے کاموں کی جانچ کرنے لگے۔ اور بجائے مدد کے گورنر جنرل کے کاموں میں مخل ہونے لگے۔ ہیسٹنگس کو نا چار انکی زیادتیاں خاموشی کے ساتھ برداشت کرنی پڑیں۔ کیونکہ کاؤنسل کی

مجلس میں یہ تین ممبر ایک رائے تھے۔ ووٹ میں ہسٹنگس اور اون کا طرفدار بارول دونوں ہار جاتے تھے۔ اسی وقت اودھ کے نواب شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔ کاؤنسل نے اون کے نئے ولی عہد نواب آصف الدولہ کے ساتھ نئے انتظام کئے۔ اس کے مطابق بنارس کے راجہ کمپنی کے تابع ہوگئے اور شجاع الدولہ کی بیگموں کو نواب کا تمام سرمایہ دیدیا گیا۔ ہسٹنگس کے دشمنوں کو اچھا موقع ہاتھ لگا۔ کاؤنسل کی طاقت پوری تھی۔ اور وہ ہسٹنگس کے بالکل خلاف تھی۔ یہ دیکھکر ان لوگوں نے گورنر جنرل کی شکایتیں کونسل تک خوب پہونچائیں اور اسپر چوری اور رشوت خواری وغیرہ کے الزام لگائے۔ گورنر جنرل سے صفائی مانگی گئی۔ لیکن ہسٹنگس نے بالکل انکار کیا۔

مہاراجہ نندکمار۔ مہاراج نندکمار ہیسٹنگس کا سب سے بڑا دشمن تھا وہ میر جعفر کا دیوان تھا۔ ہیسٹنگس کے خلاف رشوت خواری کی شکایت پیش کی۔ لیکن اوسی درمیان یہ خود ایک جال کے مقدمے میں پھنس گیا۔ جنھیں ولایتی قانون کے مطابق ۱۷۷۵ء میں انھیں پھانسی کی سزا ہوئی دوسرے سال کاؤنسل کے دو ممبر کلیورنگ اور مانسن مرگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہیسٹنگس کی راہ کے کانٹے صاف ہوگئے۔

عدالت سے نفاق۔ عدالت عالیہ کے جج اور بھی بڑھکر نکلے۔ ان لوگوں نے کونسل اور کمپنی کے عملوں پر اپنا رعب غالب کرنا چاہا۔ اس سے تمام ملک میں بد انتظامی پھیل گئی۔ ہیسٹنگس نے انکے سکون کی یہ ترکیب

کی کہ ان کے سرگروہ اسپے کو کمپنی کی عدالتوں کا بھی خاص شخص بنا دیا لیکن برٹش سرکار نے ہیسٹنگس کی اس کارروائی کو ناپسند کیا اور فوراً اسے کو بلا لیا۔

مرہٹے۔ بالاجی باجی راؤ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مادھو راؤ پیشوا ہوا اسوقت اسکی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ اسلئے ریاست کا کام بالکل اوس کے چچا رگھوناراؤ کیا کرتے تھے۔ مادھوراؤ نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ بالغ ہونے پر بھی جب رگھوناتھ راؤ انتظام ریاست سے علیحدہ نہ ہوئے تو پیشوا نے انھیں قید کر لیا۔ اور تمام کام خود انجام دینے لگا۔ اس نے حیدر علی اور نظام کو کئی بار ہرا کر دکھن میں پورا رعب جما لیا۔ شمالی ہند میں اس کا سپہ سالار بیساجی کرشن تکوجی ہلکر اور مادھوراؤ سندھیا سے ملکر راجوتانہ سے ہوتا ہوا دوآب پہنچا۔ ان سب نے شاہ عالم کو انگریزوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سندھیا کے قبضے میں کر دیا۔ تب ہی سے دربار پونا میں سندھیا کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں پیشوا مادھوراؤ نے بھی دنیا سے کوچ کیا (۱۷۷۲ء)

مادھوراؤ کے انتقال کے بعد اوس کے بھائی نرائن راؤ کو پیشوا کی مسند ملی لیکن اسکے چچا رگھوناتھ راؤ کی نظر بھی اس مسند پر تھی۔ پس تین مہینہ کے بعد رگھوناتھ راؤ کی زوجہ انندی بائی نے پیشوا کو قتل کر ڈالا اور اپنے شوہر کو مسند دلوائی۔ اور پیشوا بنکر رگھوناتھ نے نظام اور حیدر علی سے دوستانہ سلوک کیا اور اون کے ملک جو فتح کئے تھے اُن میں سے کچھ

واپس کر دیئے۔

مرہٹوں سے پہلی لڑائی (۱۷۷۵ء تا ۱۷۸۲ء) جب اتفاق سے نرائن راؤ کی وفات کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا تھا وہ تخت کا حقدار بنایا گیا تو نانا فرنویس اور دوسرے بارہ بھائیوں نے بہت سے سرداروں کو اپنا طرفدار بنالیا اور اس بچے کا حامی بنکر نانا فرنویس انتظام ریاست کرنے لگا۔ رگھوناتھ نے اس بچے کو پیشوا ماننے سے انکار کیا۔ لیکن جب اُس کی دال نہ گلی تو انگریزوں سے ملکر ان سرداروں کو دبانا چاہا۔ بس پونا سے بھاگ کر بمبئی سرکار کے ساتھ تعلق پیدا کیا۔ ۱۷۷۵ء میں سورت میں یہ بات طے ہوئی کہ بمبئی سرکار اسے مسند دلادیگی۔ لیکن اس کے عوض میں جزیرہ سالسٹ اور بسین بندرگاہ رگھوناتھ کو نذر دیدینا ہوگا۔ شرطیں طے ہو جانے کے بعد بمبئی سرکار نے رگھوناتھ کی مدد کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ اس فوج نے مرہٹے سرداروں کو شکست دیکر سالسٹ اور بسین پر قبضہ کرلیا۔ یہ کہا جاچکا ہے کہ پہلے پہل کمپنی کے ایک مقام سے دوسرے مقام کو کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔ بمبئی سرکار بھی مدراس سرکار اور کلکتہ سرکار کی طرح آزاد تھی۔ لیکن انتظام کنندہ قانون کے مطابق ۱۷۷۴ء سے یہ دو سرکاریں کلکتہ کے گورنر جنرل کے ماتحت ہوگئیں۔ ان باتوں کی واقفیت رکھکر بھی بمبئی سرکار نے۔ مدراس اور کلکتہ کی طرح ریاست بڑھانے کی کوششیں کیں اور مرہٹوں سے لڑ گئی۔ جب اس لڑائی کی خبر گورنر جنرل کو ملی تو اُس نے اور اسکی کاؤنسل نے

بمبئی سرکار کی قایم کی ہوئی سورت کی ۱۷۷۵ء میں صلح کو رد کر دیا - اور نانا فرنویس کے ساتھ دوسری صلح کی - لیکن کمپنی نے دوسری صلح کے شرط نامہ کو منظور نہیں کیا اور سورت ہی کی صلح برقرار رہی اسلئے ۱۷۷۸ء میں پھر لڑائی چھڑ گئی -

واقعات - ادھر نانا فرنویس نے فرانسیسیوں کے ساتھ کارروائی شروع کر دی تھی - اور نظام اور حیدر علی کو بھی انگریزوں کے خلاف اُبھارنے لگا - ان دنوں کاؤنسل میں ہیسٹنگس جو چاہتا تھا کرتا تھا - پس اس نے بمبئی سرکار کی مدد کے لئے کرنل گڈارڈ کیساتھ بھی ایک فوج بھیجی اسکے پہونچنے کے پہلے ہی بمبئی کے سالار نے لڑائی شروع کر دی تھی لیکن ۱۷۷۹ء میں نانا فرنویس نے اسے سخت شکست دی - گڈارڈ مرہٹوں کو ہرا کر گجرات میں داخل ہوا یہاں پہونچکر اُسنے بڑودا کے گائکوار سے دوستی کر لی - لیکن سندھیا اور ہلکر نے گڈارڈ کو شکست دی - ہیسٹنگس نے دیکھا کہ جبتک سندھیا کو اس لڑائی سے ہٹا نہ لیا جائے تب تک فتح کی بالکل امید نظر نہیں آتی - اس لئے اوس نے کپتان پیپام کو مالوہ بھیجا - اس نے فوراً وہاں پہونچکر گوالیر کا قلعہ لے لیا - (۱۷۸۰ء) میں سندھیا مجبوراً پیشوا کو چھوڑ کر اپنی ریاست بچانے کے لئے چلا گیا - ادھر نانا فرنویس کی باتوں میں آکر حیدر انگریزوں سے دوبارہ لڑنے لگا - اسی لئے انگریزوں نے مرہٹوں سے ۱۷۸۲ء میں سالبائی کی صلح کر لی - اس کے مطابق سالسٹ کا جزیرہ انگریزوں کو ملا اور رگھوناتھ راؤ کو پنشن دیدی گئی - اور ایک دوسرے کے جیتے ہوئے مقاموں کو واپس کر دینا پڑا -

مادھوراؤ سندھیا - ان دونوں مرہٹے سرداروں میں مادھوراؤ

سندھیا سے بڑھکر کوئی دوسرا نہ تھا۔ پیشوا کا ولی نانا فرنویس اسی سے مدد لیا کرتا
تھا اور اسی مدد سے انگریزوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اور اوسی کی مدد لیکر ہیسٹنگس نے
پیشوا کے ساتھ صلح کرلی۔ مادھوراؤ سندھیا رانوجی پٹیل کا بیٹا تھا۔ رانوجی
پہلے پہل پیشوا کا نعلین بردار تھا لیکن رفتہ رفتہ پیشوا باجی راؤ کے سرداروں
میں مقرر ہوا آخر اس نے مالوہ کے شمالی حصے میں اپنی ریاست کی بنیاد ڈالی۔
مادھوراؤ شروع ہی سے دلیر اور ہوشیار سردار تھا۔ پانی پت کی تیسری لڑائی
میں جب مرہٹے ہار گئے تب اس نے وہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائی
اسی وقت سے وہ لنگڑا ہو گیا۔ ۱۷۷۱ء میں مادھوراؤ نے شاہ عالم کو انگریزوں کے
ہاتھ سے نکالکر اپنے قبضے میں کرلیا اور دلّی تک اپنا رُعب جمالیا۔ انگریزوں کی
طاقت دیکھکر اس نے ان سے دوستی کرلی۔ مادھوراؤ نے درمیانی ہوکر پیشوا
اور انگریزوں میں صلح کرادی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت سے اس کا دبدبہ
اور بھی زیادہ ہوا۔ اور سب اسکی قدر کرنے لگے اسی کے بعد وہ موقع پاکر
خودسر ہوگیا۔ مادھوراؤ ڈی ادلمن وغیرہ اہل فرنگ کو اپنی نوکری میں رکھکر اپنی
فوج کو تعلیم دلاتا تھا۔ اسلئے اوسکی فوج اس وقت باقاعدہ اور درست ہوگئی تھی
اس کی مدد سے سندھیا نے سارے راجپوتانے بندیلکھنڈ دوآب اور دلّی پر
اپنا رُعب جمالیا۔ اس کی باتوں میں آکر پیشوا کو شاہ عالم نے اپنا وکیل مطلق بنایا
تھا اور سندھیا اوس کے مددگار بنائے گئے تھے اس طریقے سے سندھیا نے
دریائے پونا پر بھی اپنا اقتدار پیدا کرلیا اسکے سبب سے نانا فرنویس اور

اسمیں رنجش ہوگئی اور سندھیا نے نانا کے طرفدار تکوجی ہلکر کو بالکل ہرادیا اسی اثنا میں مادھوجی نے انتقال کیا۔ (۱۷۹۵ء)

میسور کی دوسری لڑائی۔ ۱۷۷۶ء میں امریکہ کی نئی آبادی کے انگریزوں نے بلوہ کیا۔ اور اپنے اصلی وطن کو شکست دیکر آزاد بن بیٹھے۔ اوس وقت فرانسیسیوں نے امریکہ کے انگریزوں کی مدد کی تھی۔ اسلئے انگریزوں کو یورپ میں بھی فرانسیسیوں کے ساتھ ۱۷۷۸ء میں لڑنا پڑا۔ یورپ میں لڑائی چھڑتے ہی ہندوستان میں انگریزوں نے فرانسیسیوں سے چندر نگر۔ پانڈیچری۔ ماہی۔ وغیرہ جگہوں کو چھین لیا۔ ماہی ملابار کے کنارے ایک بڑا بندر ہے۔ حیدر علی کو اس بندر سے فرانس کے بنے ہوئے لڑائی کے سامان ملتے تھے اور وہ مقام اسکی ریاست میں تھا۔ انگریزوں کے ماہی لیتے ہی وہ اون سے سخت ناراض ہوا۔ وہ تو پہلے ہی سے مدراس کے انگریزوں سے کدورت رکھتا تھا۔ اب نانافرنویس کے اُبھارنے سے اس نے اُن سے لڑائی کے لیے پھر کمر باندھی۔

واقعات۔ ۱۷۸۰ء کے ماہ جون میں حیدر ۸۰۰۰۰ سپاہیونکی ایک فوج لیکر کرناٹک پر ٹوٹ پڑا اس مُلک کو بالکل اُجاڑ ڈالا۔ اس نے پورٹو نووو اور کانجی ورم شہرونکو لوٹا اور اچھی اچھی عمارتوں کو پست کر دیا۔ کرنل بیلی کو کانجی ورم کے قریب ہرا کر ٹیپو نے اسے فوج کے ساتھ قید کر لیا اور "فاتح جنگ بکسر" منرو کو بھی پیچھے ہٹا دیا۔ اس خبر کو سُنتے ہی ہیسٹنگس نے فوراً مراہٹوں سے صلح کرلی اور کرناٹک کے بچانے کا انتظام کرنے لگا اسنے

سر آئر کوٹ کو بنگال سے سمندر کے کنارے کنارے روانہ کیا۔ کوٹ اگرچہ بڈھا ہو چلا تھا لیکن طاقت میں کمی نہ تھی۔ اس نے پورٹو نووا اور سالن گڈھ کی لڑائی میں حیدر کو ۱۷۸۱ء میں شکست دی۔ اسی وقت فرانسیسی کپتان سفرین کئی جنگی جہاز اور سالار بوسی ایک فرانسیسی فوج لیکر حیدر سے آملے لیکن انکی دال نہ گلی ۱۷۸۳ء میں حیدر نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ اسکے بعد بھی اس کا بیٹا ٹیپو لڑتا ہی رہا۔ ۱۷۸۳ء میں فرانسیسیوں کے ساتھ انگریزوں نے صلح کر لی اسپر بھی ٹیپو نے لڑنے سے مُنہ نہ پھیرا اور دو ایک لڑائی میں اسکی فتح بھی ہوئی۔ آخرکار ایک انگریزی فوج نے میسور پر حملہ کیا اور منگلور تک پہونچگئی۔ اب مجبوراً ٹیپو کو صلح کرنی پڑی۔ ۱۷۸۴ء کی صلح کے مطابق تمام جیتے ہوئے مقام ایک دوسرے کو واپس کر دینے پڑے۔

مہاراجہ بنارس چیت سنگھ اور اودھ کی بیگمیں۔ مراٹھوں اور انگریزوں کے ساتھ لڑائی کے انتظام کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت تھی علاوہ اسکے ولایت سے کمپنی کے مالکوں کی مانگ دن دن بڑھتی ہی جاتی تھی۔ تقاضے پر تقاضے آنے لگے۔ اپنے مالکوں کو خوش رکھنے کے لئے ہیسٹنگس نے مرشدآباد کے نواب کی پنشن آدھی کردی اور شاہ عالم کو مالگذاری دینا بند کر دیا۔ الہ آباد اور کڑے کے پرگنے اودھ کے نواب کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔ روہیلا جنگ میں شریک ہوگیا۔ اسکے علاوہ روپئے کے لئے اس نے اور بھی دو کام کئے جنکے لئے اسپر الزام آیا۔ نواب آصف الدولہ نے

پرگنہ بنارس کمپنی کو دیدیا۔ اُسیوقت سے مہاراجہ بنارس یعنی چیت سنگھ
کمپنی کو سالانہ بیس لاکھ روپیہ مالگذاری دیتے تھے۔ مراہٹوں اور حیدر کے
مقابلہ میں جب لڑائی چھڑی تو ہیسٹنگس نے مہاراجہ صاحب کو مالگذاری
کے علاوہ روپیہ دینے کے لئے مجبور کیا دو تین سال کے بعد انھوں نے
اور روپئے دینے سے انکار کیا۔ اسپر ہیسٹنگس نے اپنر پچاس لاکھ روپیہ جرمانہ
کیا۔ مہاراجہ نے بیس لاکھ دینا چاہا لیکن ہیسٹنگس نے اسے منظور نہ کیا۔ وہ
خود بنارس آیا اور مہاراجہ کو قید کر لیا۔ اسپر مہاراجہ نے فیض آباد کی رہنے والی
بیگمات اودھ سے حمایت طلب کی۔ ادھر بنارس میں اس خبر کے پہنچتے ہی
عوام بگڑ کھڑے ہوئے اور گوروں کو مار کر راجہ کو آزاد کر دیا۔۔۔ راجہ بنارس
سے چنار بھاگا۔ اتنے میں میجر پپہام بنارس آپہنچا۔ اس نے مہاراجہ سے
قلعہ کو لے لیا اور انکی فوج کو ہرا دیا۔ مہاراجہ بندیلکھنڈ کو بھاگ گئے اسلئے
انکی زمینداری انکے بھانجے کو ۱۷۸۱ء میں دیدی گئی۔ نواب آصف الدولہ
کو ایک انگریزی فوج دیگئی تاکہ ان کا دبدبہ قایم رہے اس کا خرچ نواب کے
ذمہ تھا۔ نواب سے یہ روپیہ نہ ادا ہو سکا۔ لڑائی کے وقت ہیسٹنگس نے
بے تقاضہ کیا لیکن روپیہ مہیّا نہ ہو سکا۔ نواب نے ایک تدبیر سوچی اور
ہیسٹنگس سے کہا کہ میرے والد کے پاس بہت بڑا سرمایہ تھا۔ وہ تمام
دولت میری نانی اور والدہ (جنھیں تواریخ والے بیگمان اودھ کہتے ہیں) نے
ضبط کر لیا ہے اگر آپ اجازت دیں تو جسطرح سے ہو ان لوگوں سے تمام

دولت زبردستی لے لیں اور تب روپئے ادا ہو سکتے ہیں بیگموں نے راجہ چیت سنگھ کی مدد کی تھی اسوجہ سے ہیسٹنگس ان بیگموں سے ناراض تھا۔ ۱۷۸۲ء میں ایک انگریزی فوج کی مدد سے اودھ کے نواب بہادر نے اپنی ماں کی دولت لوٹی اور بیگموں کی جاگیریں ضبط کرلیں۔

ادبیات کی ترقی ۔ ہیسٹنگس نے ان باتوں کی نہایت کوششیں کی کہ نظم ونسق میں آسانی ہو اور انگلستان کے عالم اور کمپنی کے عملے اس ملک کی تہذیب و تادیب سے واقفیت حاصل کریں۔ اسکی تحریک سے ہالینڈ صاحب نے بنگلہ زبان کی ایک قواعد صرف و نحو تصنیف کی ہندوؤں اور مسلمانوں کے قانون کی کتابیں تیار ہوئیں ۔ اور دیسی زبان علم ادب اور ملکی رسم ورواج کی واقفیت بڑھانے کے لئے بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی گئی اردو زبان کی تعلیم کے لئے کلکتہ میں مدرسہ کھولا گیا۔

ہیسٹنگس کے کام ۔ کمپنی کے ڈائرکٹروں نے ہیسٹنگس کے کئی کاموں کی شکایت کیا اسلئے ۱۷۸۵ء میں اسے استعفا دینا پڑا۔ ہیسٹنگس کا درجہ ان لوگوں میں ہے جنکی کارگذاریوں سے ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی بیل ڈالی گئی ۔ اس کی روش ان دونوں بے لوگوں سے کہیں بڑھکر تھی ۔ وہ خود غرض نہ تھا اور نہ خیانت کی بو اسیں تھی۔ سچی بات کہنے سے ہرگز نہیں ڈرتا تھا۔ اس نے رشوت لیکر اپنی نیک نیتی پر دھبہ نہیں لگایا۔ وہ وطن دوست بھی تھا۔ اپنے وطن کی خدمت میں اس نے اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیا۔ البتہ اس کے چند کاموں کو

ہم لوگ بھی پسند نہیں کرتے جیسے جنگ روہیلہ میں شریک ہوکر کاشی نریش (بنارس کے راجہ) اور بیگموں پر ظلم کرنا اور اسی طرح کئی اور ایک کام کئے لیکن وہ جن کاموں میں شریک ہوا محض کمپنی کے فائدے کی نظر سے اپنا ذاتی فائدہ مدنظر نہیں تھا۔ ہیسٹنگس حاکم نیک تھا بنگالے کے فتنہ و فساد کو بالکل اس نے مٹا دیا۔ اوس کے انتظام کا نتیجہ ملک کے لئے اچھا ہوا۔ ۱۷۷۹ء سے ۱۷۸۲ء تک انگریزوں پر اس ملک میں بڑی بڑی آفتوں کا سامنا تھا۔ پچھم میں سندھیا اور پیشوا دکھن میں حیدرعلی۔ نظام الملک اور فرانسیسی کمپنی کے سب دشمن ہوگئے تھے۔ ہیسٹنگس نے بہادری سے سب آفتوں کا سامنا کیا اور کمپنی کے تسلط کو قایم کیا۔ ان عمدہ انتظاموں کو نظرانداز کرکے کمپنی نے ظلم کرنے کا مقدمہ اسپر قایم کیا اور سات برس زیر تجویز رکھا۔ اسکے بعد اوس کی بریت ہوئی۔

پٹ کا انڈیا بل۔ ۱۷۸۴ء میں پٹ صاحب انگلستان کے وزیر نے ایک نیا قانون جاری کیا "پٹ کا انڈیا بل" اسکے مطابق ہندوستان کے کاروبار کی نگرانی کے لیئے پارلیمنٹ سے چھ ممبر منتخب ہوئے اور ایک مجلس قرار پائی اس کا نام بورڈ آف کنٹرول ہوا بالکل کاروبار کمپنی کو اسی کے حکم کے مطابق کرنا ہوا البتہ تجارت کے معاملے کو جدا کرکے گورنر جنرل بھی اسی کمیٹی کی رائے سے مقرر ہونے لگے اور گورنر جنرل کو بغیر اسکی اجازت کے کسی جنگ میں شرکت جائز نہ رہی۔ ۱۸۵۷ء تک اسی

کمیٹی کی ماتحت سب کارروائی ہوئی۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۷۴ء میں .... ہسٹنگس گورنر جنرل ہوا
سنہ ۱۷۷۵ء .... سورت کی صلح۔ مرہٹوں کی پہلی لڑائی کا شروع
سنہ ۱۷۷۸ء .... فرانسیسیوں سے جنگ کی ابتدا
سنہ ۱۷۸۰ء .... گوالیار کا قلعہ فتح ہوا۔ کرناٹک پر حیدر علی نے حملہ کیا
سنہ ۱۷۸۱ء .... جنگ پورٹو نو دو۔
سنہ ۱۷۸۲ء .... سالبائی کی صلح۔ حیدر کا انتقال
سنہ ۱۷۸۴ء .... ٹیپو سے صلح۔ پٹ کا انڈیا مل
سنہ ۱۷۸۵ء .... ہسٹنگس کا رخصت ہونا

(۹) کارنوالس اور سر جان شور سنہ ۱۷۸۶ء سے سنہ ۱۷۹۸ء تک

لارڈ کارنوالس ولایت کے بڑے زمیندار تھے۔ جب امریکہ والوں نے اپنے وطن اصلی کے برخلاف بلوہ کیا تھا۔ اسوقت یہ لارڈ صاحب وہاں بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہاں انھوں نے شکست کھائی اسکے باوجود پارلیمنٹ نے انھیں گورنر جنرل اور سالار لشکر کرکے ہندوستان میں بھیجا سنہ ۱۷۸۶ء۔ انکو یہاں تک اختیار دیا گیا تھا کہ ضرورت کے وقت کونسل کے خلاف رائے بھی کام

کرسکتے ہیں۔

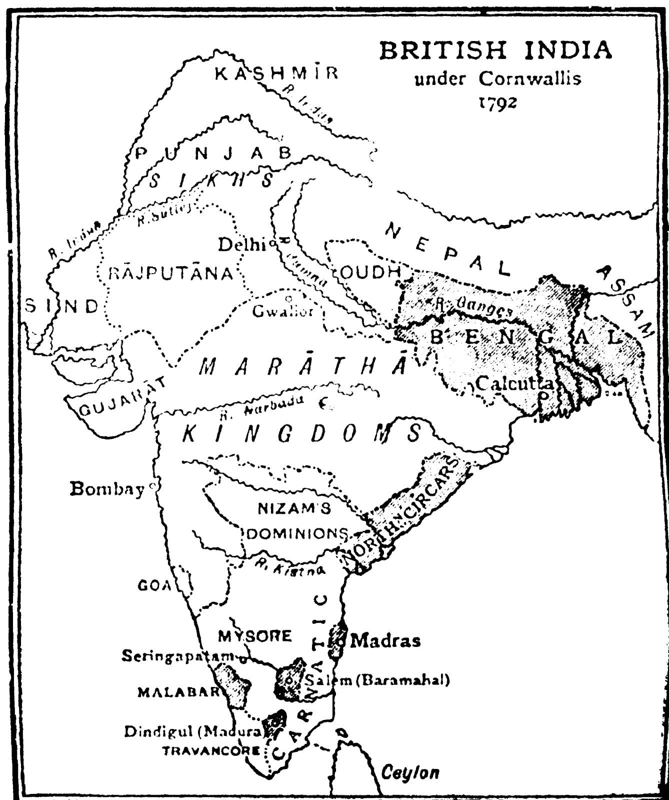
اصلاح۔ اس گورنر نے اونچے عہدہ والوں کی تنخواہیں بڑھادیں۔ جیسے جج، کلکٹر، رزیڈنٹ کی۔ اور انکو رشوت ستانی اور تجارت اختیار کرنے سے بالکل روک دیا۔ ضلع کی تقسیم پہلے پہل انھیں نے کیں۔ ہیسٹنگس کے عہد میں کلکٹر جج کا کام بھی کرتے تھے۔ کارنوالس نے جج کا کام کلکٹر سے جدا کر دیا اور ہر ضلع میں ایک جج مقرر ہوا۔ مرافعات سُننے کے لئے اعلیٰ عدالتیں بھی قایم ہوئیں۔ جج لوگ دورہ کرکے ضلع کے مقدمے سُنتے تھے۔ ان دونوں ضلع کی پولیس کا تعلق بھی جج سے تھا۔ انکی مدد کو ہندوستانی داروغہ ہوتے تھے۔ معزز عہدے یہ لارڈ صاحب ہندوستانیوں کو نہ دیتے تھے یہ قاعدہ لارڈ بنٹنگ کے وقت تک جاری رہا۔

میسور کی تیسری لڑائی سنہ ۱۷۹۰ء سے سنہ ۹۲ء۔ سنہ ۱۷۸۴ء کے قانون کے مطابق گورنر جنرل انگریزی سرکار کی اجازت بغیر کسی سے جنگ نہیں کرسکتے تھے لیکن ٹیپو سلطان انگریزوں کا جانی دشمن تھا اب خبر سُنی گئی کہ ٹیپو بادشاہ افغانستان اور فرانسیسیوں سے ملکر انگریزوں کی مخالفت کیا چاہتا ہے۔ اس اثنا میں انگریزوں کے دوست ٹراونکور کے راجہ پر اُسنے حملہ کردیا اب ٹیپو سے مقابلہ جنگ لازم ہوگیا۔ کارنوالس نے نظام اور مرہٹوں سے مدد مانگی اور مدراس کو مرکز قرار دیکر آگے بڑھا۔ بمبئی کی فوج نے ملابار فتح کرلیا۔ کارنوالس خود میدان جنگ میں شریک ہوئے۔ سنہ ۱۷۹۰ء کے آخر میں انھوں نے بنگلور فتح کرلیا اور سرنگاپٹن کے قریب سنہ ۱۷۸۱ء میں

ٹیپو کو شکست دی ۔ دوسرے سال ٹیپو نے نہایت سخت شکست کھائی اور مجبور ہو کر صلح کر لی ۔

سرینگاپٹن کی صلح ۱۷۹۲ء ۔ ٹیپو کو اس صلحنامے میں اپنی قلمرو کا آدھا حصہ دیدینا پڑا اور لڑائی کا خرچ تین سو تیس لاکھ ادا کرنا ہوا ۔ اس صلح کے مطابق انگریزوں کو مغربی ساحل پر ملیبار اور کورگ ۔ دکھن میں ڈنڈیگل اور پورب میں بارہ محل اور وہ گھاٹیاں ملیں جنکے راستے سے حیدر علی کرناٹک پر حملہ کیا کرتا تھا ۔ مرہٹوں نے اور نظام الملک نے برابر حصے حاصل کئے ۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹیپو کسی قوت بیرونی کے ساتھ سمندر کی راہ سے آمد و رفت نہ کرسکتا تھا ۔ پورب کی گھاٹیاں ملنے کا فائدہ یہ ہوا کہ انگریز جب چاہیں ٹیپو کے ملک پر حملہ کر بیٹھیں ۔

استمراری بندوبست ۱۷۹۳ء ۔ ۱۷۷۲ء میں ہیسٹنگس نے پنج سالہ بندوبست کیا اور ان زمینداروں کو سپرد کیا جنسے زیادہ روپیہ وصول ہوا ۔ اسکی خرابی یہ ہوئی کہ پرانے زمیندار اس کام سے علحدہ کئے گئے اور نئے زمیندار بڑی سختی سے روپیہ زیادہ وصول کرتے تھے ۔ کاشتکار بڑی مصیبت میں تھے ۔ تاہم مالگذاری میں خسارہ ہوتے دیکھکر ہیسٹنگس نے سالانہ بندوبست کرنا شروع کیا ۔ پھر بھی مالگذاری وصول کرنے میں نقصان ہونے لگا ۔ اب کارنوالس نے دیکھا کہ کاشتکاری اور تجارت کا خسارہ ہو رہا ہے رعایا اور زمیندار غریب ہو رہے ہیں صرف مہاجن امیر ہوتے


BRITISH INDIA
under Cornwallis
1792
KASHMĪR
R. Indus
PUNJAB
SIKHS
R. Sutlej
R. Indus
Delhi
RĀJPUTĀNA
SIND
OUDH
NEPAL
ASSAM
R. Ganges
Gwalior
BENGAL
MARĀTHĀ
Calcutta
GUJARAT
R. Narbada
KINGDOMS
Bombay
NIZAM'S
DOMINIONS
NORTHN. CIRCARS
R. Kistna
GOA
MYSORE
CARNATIC
Madras
Seringapatam
Salem (Baramahal)
MALABAR
Dindigul (Madura)
TRAVANCORE
Ceylon

Pt. III Chap. 9.)

جاتے ہیں۔ آخر ۱۷۸۴ء میں پارلیمنٹ نے بندوبست استمراری کرنے کی صلاح دی۔ ۱۷۸۹ء میں کمپنی نے دس سال کی اجازت دی اور وعدہ کیا کہ اگر اس کا نتیجہ اچھا نکلا تو استمراری بندوبست کر دیا جائے گا۔ ۱۷۸۹ء سے یہ بندوبست دہ سالہ شروع ہوا اور ۱۷۹۳ء میں وزیر انگلستان پٹ صاحب اور کمپنی کے افسر میر مجلس ڈنڈس کی رائے سے یہی دس سال کا بندوبست استمراری کر دیا گیا۔ زمیندار اپنے اپنے علاقے کے مالک بنے اور مالگذاری بڑھا کا اختیار نہ رہا۔ زمینداروں کو کاشتکاروں کے ساتھ کیا کہ آپس میں سلوک رکھنا ہوگا۔ یہ بات پہلے طے نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے بہت دنوں تک اکثر زمیندار اون سے اپنی مرضی کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ ۱۸۵۹ء اور ۱۸۸۵ء کے قانون لگان میں اسکی تفصیل بخوبی کر دی گئی اور سب غلطیوں کی اصلاح کر دیگئی بنارس کے ضلع کے لئے بھی ۱۷۹۵ء میں اور مدراس کے چند حصّوں کے واسطے ۱۸۰۲ء میں زمینداروں کے ساتھ پکا بندوبست ہوگیا۔

نفع اور نقصان۔ اس میں شک نہیں کہ اس بندوبست سے زمیندار اور سرکار میں ایک اتحاد پیدا ہوا اور ہر طرح کی ترقی ہونے لگی۔ اور سرکار کی آمدنی میں بھی کمی بیشی نہ ہونے پائی۔ زمینداروں کی آمدنی بڑھی ہوئی رہنے کے سبب سے انھوں نے جماعت علم اور ملک کی ترقی ہر طرح سے کی ہے۔ مگر استمراری بندوبست میں برائیاں بھی ہیں۔

ذرا خیال کرنا چاہیے کہ سرکار انگریزی کی بدولت جیسے امن و اماں بہت زیادہ ہوگیا۔ اسی طرح زمین کی قیمت بھی زیادہ ہوگئی۔ لیکن اس سے سرکار کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ زمینداروں کو بہت نفع ہوا۔ سنہ ۱۷۹۳ء میں زمینداروں کے باپ دادا جو مالگذاری دیتے تھے وہی وہ اب بھی دیتے ہیں۔ اور سرکار کو خرچ انتظامی میں یہ دقت پڑتی ہے کہ جہاں پکا بندوبست نہیں ہے وہاں مالگذاری بڑھاکر روپیہ وصول کرنا ہوتا ہے۔ اس پہلو سے اس بندوبست میں بے انصافی پیدا ہوتی ہے۔

کارنوالس کی رخصتی۔ کارنوالس نے سنہ ۱۷۹۳ء میں اپنے دوست سر جان شور کو اپنا جانشین بناکر وطن شریف لیجانے کا عزم کیا ان کے جانے کے پہلے ہی فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان یورپ میں ایک بڑی جنگ چھڑ گئی سنہ ۱۷۹۳ء۔ اور اسی کے سبب سے ہندوستان میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کے سب مقبوضات پر اپنا قبضہ کرلیا۔

سر جان شور سنہ ۱۷۹۳ء سے سنہ ۱۷۹۸ء تک۔ سر جان شور کمپنی کے قدیم ملازم تھے۔ بہت کارگذار اور دیانت دار شخص تھے مگر دبنے والے مزاج کے آدمی تھے۔ سب ہندوستانی ریاستوں سے انکی باتوں میں دخل اندازی یا ان سے لڑنا دونوں پسند نہ کرتے تھے۔ پٹ صاحب کے سنہ ۱۷۸۴ء کے قانون پر کاربند رہا کرتے تھے۔ ہندوستانی ریاستوں کے انتظامی کاروبار میں دخل دینا پسند نہ کرتے تھے۔ انکے انتظام کا نام اسوقت

کے بعد غیر مداخلتی قاعدہ رکھا گیا۔

نتیجہ۔ اس کا نتیجہ اول سے آخر تک انگریزوں کے واسطے اچھا نہ ہوا کیونکہ دیسی ریاستوں کو جب اس بات کا پتہ لگا تو وہ آپس میں بھی اور انگریزوں سے بھی لڑنے لگے۔ ٹیپو کا ایلچی کابل میں زماں شاہ کے پاس جزیرۂ مارشیش کے گورنر کے پاس یہانتک کہ سلطان روم کے دربار میں بھی روانہ کیا گیا کہ انگریزوں سے لڑنے کے لئے مدد ملے۔ نپولین بونا پارٹ جو اسوقت مصر میں تھا اس کا نامہ بھی ٹیپو کے پاس آیا۔

مرہٹوں نے موقع پاکر سنہ ۱۷۹۵ء میں نظام الملک کی ریاست پر حملہ کیا اور احمد نگر کے ضلع میں کھرڈا کی جنگ میں شکست دیکر نظام سے بہت سا روپیہ وصول کیا اور اوسکی عملداری کا ایک بڑا حصہ بھی چھین لیا۔ حاصل یہ ہوا کہ دکن میں ریاست داروں کی قوت کا وزن برابر نہ رہا۔ مساوات باقی نہ رہی۔ مرہٹے قوت پا گئے اور ہندوستانی ریاستوں میں سرکار انگریزی کی وقعت کم ہو گئی ٹیپو نے پھر موقع پایا کہ انگریزوں کے ساتھ جنگ آزمائی کرے۔ نظام الملک نے دیکھا کہ سرکار انگریزی سے مدد ملنے کی توقع جاتی رہی۔ اوس نے ایک بڑی فرانسیسی فوج نوکر رکھ لی۔ اور انگریزی فوج کو برخاست کر دیا۔ سنہ ۱۷۹۷ء میں آصف الدولہ کے انتقال کے بعد شوریٰ نے وزیر علی نامی ایک معمولی آدمی کو مسند سے اُتار کر آصف الدولہ کے بھائی سعادت علی خاں کو نواب بنا دیا اور الہ آباد

۲۹۷۹

حاصل کیا۔

مہارانی اہلیا بائی۔ جبوقت ہندوستان میں چاروں طرف سب کو اپنی اپنی پڑی تھی اور بھائی بھائی میں بھی عداوت تھی اوس وقت میں ہلکر گھرانے کی اہلیا بائی اپنے نیک کاموں سے اور محبت سے رعایا کا دل ہاتھ میں لے رہی تھی۔ اہلیا بائی کی شادی ملہر راؤ ہلکر کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ وہ تیس ہی برس کی عمر میں ۱۷۶۵ء میں انتقال کر گیا اولاد نہ ہونے کے سبب اہلیا بائی اپنے سپہ سالار تکوجی راؤ کی مدد سے انتظام ریاست خود کرتی تھی۔ وہ اپنی رعیت کی طرح جانوروں کی بھی پرورش کرتی تھی وہ دربار میں بے پردہ رعایا کی فریادیں سنتی تھی۔ اوس کے عہد میں کسی بیرونی طاقت نے اوس کی ریاست پر حملہ نہیں کیا۔ بنارس اور کئی زیارتگاہوں میں اوس کے بنائے ہوئے گھاٹ اور مندر اوس کی فیاضی کی گواہی دیتے ہیں۔ ۱۷۹۵ء میں اُسنے رحلت کی۔

شور کی رخصتی۔ سر جان شور کی حکومت کا انجام یہ ہے کہ ۱۷۹۵ء کے اخیر میں فوجی افسر بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ یہ لوگ کارنوالس کی فوجی انتظام کے برخلاف تھے۔ سر جان شور کی اس موقع پر کچھ کمزوری پائی گئی اور ۱۷۹۸ء میں ولایت بُلا لئے گئے۔

خلاصہ

۱۷۸۶ء : .... لارڈ کارنوالس گورنر جنرل ہوئے

سنہ ۱۷۹۰ء .... میسور سے تیسری لڑائی

سنہ ۱۷۹۲ء .... سری رنگ پٹن کی صلح

سنہ ۱۷۹۳ء .... استمراری بندوبست۔ سرجان شور گورنر جنرل ہوے

سنہ ۱۷۹۵ء .... کھرڈوالی لڑائی

(۱۰) لارڈ ولسلی سنہ ۱۷۹۸ء سے سنہ ۱۸۰۵ء تک

سرجان شور کے بعد لارڈ ولسلی گورنر جنرل ہوئے یہ بورڈ آف کنٹرول کے ممبر کئی سال رہ چکے تھے اسی لئے یہاں بھیجے گئے۔

اسکا زمانہ۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں سے سنہ ۱۷۹۳ء میں لڑائی چھڑ گئی فرانسیسیوں نے اپنے بادشاہ اور ملکہ کو مار ڈالا اور جمہوری سلطنت قایم کی۔ انگریز لوگ انکے پڑوسی اور شخصی سلطنت رکھنے والے ہیں لڑائی کا سبب یہی ہوا۔ نپولین بونا پارٹ سپہ سالار تھا۔ رفتہ رفتہ وہی انکا سردار قرار پایا۔ اوس نے یورپ کے بہت ملک فتح کئے اور وہاں کے بادشاہوں کو شکستیں دیں۔ یہ شخص ملک گیری کا بہت لالچی تھا۔ اور قیصر کیطرح ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ جب اس سے اور انگریزوں سے لڑائی ہوئی تو وہ یورپ کی سلطنتیں مثل مصر و ہندوستان فتح کر کے انھیں کمزور کیا چاہتا تھا اسلئے اوس نے مصر پر حملہ کیا اور اسپر تسلط کرنے کے بعد ہندوستان کی عزیمت کئے ہوئے تھا۔

مُلک کی حالت۔ یہ سچ ہے کہ اسوقت ہندوستان میں فرانسیسیوں کی حکومت میں کوئی جگہ نہ تھی۔ کیونکہ جب لڑائی ہوئی تو کارنوالس نے فرانسیسیوں سے پانڈیچری چھین لی تھی مگر ہندوستانی رئیس فرانسیسیوں کی بہت شان وشوکت سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ فرانسیسیوں اور انگریزوں سے عداوت ہے اون سے ناراض ہوئے فرانسیسی افسر اور سپاہی نوکر رکھ لیتے تھے۔ ولسلی خود انگریزی شخصی سلطنت کا حامی بھی تھا اسلئے وہ فرانسیسیوں سے نفرت اور عداوت رکھتا تھا۔ اوس نے فرانس والوں کو نکالکر انگریزوں کو سب سے بڑی طاقت بنادیا۔ سرجان شور کی غیر مداخلتی انتظام کی خرابی ظاہر ہوتی جاتی تھی جب ۱۷۹۵ء میں انگریزوں نے نظام کو مدد نہ دی تو نظام نے بڑی فرانسیسی فوج اپنے ملک میں بھرتی کرلی۔ مرہٹے نظام کو لوٹ مار کر بڑے زبردست ہوگئے تھے۔ اونکے تابع فرانسیسی افسر اور کئی فرانسیسی پلٹن تھیں۔ ٹیپو سلطان انگریزوں سے پھر مقابلہ کیا چاہتا تھا۔ اور پوشیدہ فرانس والوں سے سازشیں کررہا تھا۔ نظام کو انگریزوں سے مرہٹوں کے حملے کے وقت مدد جو نہ ملی اس سے یہاں کے سب رجواڑے انگریزوں پر کچھ بھروسہ نہ رکھتے تھے۔ ہند کے گوشۂ شمال ومغرب میں احمد ابدالی کے پوتے زماں شاہ نے حملہ آور ہوکر لاہور تک فتح کرلیا تھا۔ لارڈ ولسلی ۱۷۹۶ء میں جب یہاں گورنر جنرل ہوکر آیا تو اس مُلک کی اندرونی حالت یہی تھی جو ابھی بیان ہوئی ولسلی نے ہندوستان اور یورپ کی مُلکی حالتوں پر نگاہ کرکے دو خیال مدِ نظر کرلئے (۱) ہندوستانی راجاؤں کے ظلم اور اندھیرے

غریب رعایا کو نجات دینی (۲) فرانسیسوں کا رُعب داب مٹا کر انگریزوں کا بول بالا کرنا۔ پہلی بات میں کامیابی کے لئے اوس نے چاہا کہ غافل و اندھیر کرنے والی ریاستوں کو کمپنی کے تسلط میں لے آئے دوسری بات کے حاصل کرنے کے لئے اُسنے ایک نیا انتظام مقرر کرنا چاہا وہ "مددگاروں کا دوستانہ" تھا۔ اس قاعدے کے مطابق (۱) خود مختار راجاؤں کو نیا صلحنامہ کرنا پڑا (۲) اونکو انگریزونکی بالادستی ماننی پڑتی تھی (۳) انگریزوں کی اجازت بغیر یورپ کے کسی شخص کو نوکر نہ رکھ سکتے تھے اور جو نوکر تھے اون کا چھڑا دینا ضرور تھا۔ (۴) انکے بغیر حکم کسی والئے مُلک سے کسی طرح کا سابقہ نہیں رکھ سکتے تھے (۵) راجاؤں کی ریاست کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک حمایتی فوج انگریزی اپنی عملداری میں رکھنی ضرور تھی اور اس فوج کا تمام خرچ راجہ کو دینا پڑتا تھا۔ وِلسلی اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے زبردستی ہو یا میل جول سے بہت ہی مستعد تھا۔

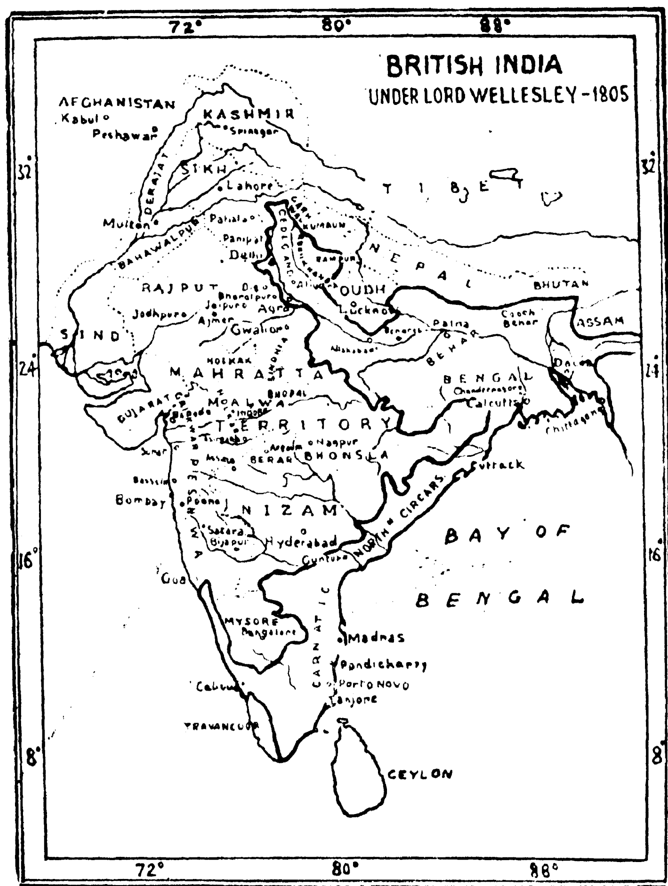
نظام کے ساتھ نئی صلح۔ پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے کہ اِن دنوں ہندوستانی ریاستوں کی خاص کرکے دکن کے رئیسوں کی حالت بہت خراب تھی۔ ٹیپو انگریزوں سے لڑنے کا سامان کر رہا تھا اور فرانسیسوں سے پوشیدہ رسم و راہ جاری کرتا تھا۔ نظام الملک نے انگریزوں سے برافروختہ خاطر ہوکر بڑی بھاری فرانسیسی فوج نوکر رکھ لی تھی وِلسلی کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں نظام الملک فرانسیسی لشکر گراں کو لیکر ٹیپو سلطان سے نہ جا ملے اور ہم سے مخالفت کا جھنڈا بلند کرے۔ اسواسطے پہلے نظام ہی کو راہ راست پر لانے کی کوشش لازم ہے۔ نظام

اس وقت بے طاقت ہو رہے تھے۔ بہت جلد مددگاری کے لئے دوستانہ کرنے پر مستعد ہوگئے ۱۷۹۸ء۔ اسی شرط کے مطابق فرانسیسی سپاہ کو جواب دیدیا۔ انگریزی فوج کو ریاست میں جگہ دی۔ نظام الملک میسور کی چوتھی لڑائی میں انگریزوں کے شریک ہوئے تھے اس سے میسور کی ریاست کا ایک حصّہ انکو بھی دیا۔ نظام نے وہی حصّہ مددگار فوج کے خرچ میں کمپنی کے حوالے کردیا۔

میسور کی چوتھی لڑائی ۱۷۹۹ء ٹیپو کئی لڑائیوں میں انگریزوں سے ہار کر بدلا لینے کی فکر میں رہتا تھا۔ اور موقع ملجائے اسی کا منتظر تھا اسوقت نپولین مصر تک پہونچ گیا۔ مارشیش کا فرانسیسی گورنر ٹیپو کی مدد کے لئے رنگروٹ بھرتی کرنے لگا ٹیپو نے دیکھا کہ اب انگریزوں سے لڑنے کا عمدہ موقع ہے ولسلی کو اوس کی خبر ہوگئی ٹیپو سے کہا کہ نظام کی طرح تم بھی فرانسیسی سپاہیونکو چھوڑادو اوس نے کچھ شنوائی نہ کی۔ اسی بات پر ولسلی لڑنے پر مستعد ہوگیا۔

واقعات۔ جب لڑائی چھڑ گئی تو بمبئی سے ایک انگریزی فوج نے جاکر ٹیپو کی مملکت پر پچھم سے چڑھائی کی اور پورب کیطرف مدراس کی فوج نے گھیر لیا۔ ٹیپو دونوں لڑائیوں میں ہار گیا۔ مجبور ہوکر سرینگپٹم کے قلعے میں پناہ لی۔ انگریزوں نے محاصرہ کرکے قلعہ بھی لے لیا اور ٹیپو میدان جنگ میں مارا گیا۔

نیا انتظام۔ انگریزوں کی ماتحتی میں میسور کا ایک حصّہ الگ کرکے



(*Pt. III Chap. 10.*)

ایک ریاست قایم کی گئی اور پرانے خاندان کے ہندو وارث راجہ میسور بنائے گئے۔ کوئمبٹور، کنارا، سری رنگ پٹن اور انکے پاس کے پرگنے خاص انگریزوں کے قبضے میں آئے اور نظام الملک کو اُترکے کونے کے مقامات ملے۔ ٹیپو کے بیٹوں کو سرکاری کمپنی نے موروثی پنشن عطا کی اس جنگ کے فتح ہونے کے صلے میں ولسلی کو مارکوئس کا خطاب عنایت ہوا۔ اب سوائے مرہٹوں کے کوئی دیسی حکومت انگریزوں کا سامنا کرنے کو نہ رہی۔ مرہٹوں کی لڑائی کا خرچ میسور جیتنے سے مل گیا۔ کرناٹک کے نواب بیکار محض تھے اور رعایا پر بہت ظلم اور مصیبت ڈھاتے تھے۔ سنہ ۱۷۹۹ء میں ٹیپو کو لڑائی میں مدد بھی دی تھی۔ اسلئے سنہ ۱۸۰۱ء میں انگریزوں نے اس سرزمین کو لیکر مدراس کے متعلق کردیا۔ سورت اور تنجور کی ریاستیں بھی کمپنی نے ضبط کرلیں یہ سب ملکر احاطہ مدراس بنگیا۔

کمپنی کے ریاست کی توسیع۔ اودھ کے نواب بدنظمی کے سبب مددگار فوج کا خرچ نہ دے سکتے تھے۔ کمپنی کو بڑی دقتیں اوٹھانی پڑتی تھیں۔ ادھر پنجاب میں زماں شاہ نے سنہ ۱۷۹۹ء میں لاہور پر قبضہ کرلیا تھا۔ اسکے چلے جانے کے بعد اسکے صوبہ دار رنجیت سنگھ نے ایک راج بنانے کا حوصلہ کیا۔ مرہٹوں نے اودھ کے گرد و نواح میں لوٹ مار شروع کردی تھی۔ یہ سب ابھار دیکھکر ولسلی نے نواب اودھ سے ایک نیا صلحنامہ لکھوایا۔ اسکی وجہ سے جب نواب کو بہت بڑی مددگار فوج انگریزی رکھنی پڑی تو اوسکے خرچ میں

گورکھپور ۔ اعظم گڈھ ۔ کڑا ۔ الہ آباد اور روہیلکھنڈ کمپنی کو دینا پڑا ۔ سنہ ۱۸۰۱ء میں صوبہ آگرہ بھی اسی طور سے بنگیا ۔

مددگاری کے دوستانے کی خرابیاں ۔ لیکن مددگاری کے سلسلے جو دلسلی نے قایم کیا تھا اسکی کچھ خرابیاں بھی رفتہ رفتہ معلوم ہوتی گئیں ۔ نواب اودھ اسوقت سے سنہ ۱۸۵۶ء تک اسی فراغت کی حالت میں رہے ۔ کمزور ریاستوں پر اس دوستانے کے انتظام سے زبردستوں کے خطرے تو نہ رہے مگر راجہ اور نواب جب لڑنے کے کام سے بفکر ہوے تو بہت سست ہوگئے بہادری اور جنگ آزمائی بھول گئے اور انگریزی مددگار فوجوں کے رکھنے کے سبب سے ہندوستانی سپاہی جو بے روزگار ہوگئے بھوکے مرنے لگے اور آخر ڈاکے مارنے لگے مددگار فوج کے خرچ کی رقم بڑی زبردست تھی ۔ کمپنی کے قرضدار بنکر بعضے راجاؤں کو ریاست سے محروم ہونا پڑتا تھا ۔ کیونکہ کمپنی روپیہ نہ پانے سے اوس ریاست کو ضبط کرلیتی تھی ۔

مرہٹوں کی دوسری لڑائی سنہ ۱۸۰۲ء سے سنہ ۱۸۰۵ء ۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں نانا فرنویس مرگئے ۔ انکے مرنے سے مرہٹوں کی باہمی موافقت اور قومی شان و شوکت میں بہت فرق آگیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ مرہٹے سردار آپس میں لڑ گئے ان سرداروں میں خاص دولت راؤ سندھیا اور جسونت راؤ ہلکر تھے ۔ اسوقت باجی راؤ دوم رگھوناتھ راؤ کے بیٹے پیشوا تھے یہ آدمی اچھے نہ تھے غافل اور بیکار تھے ۔ تمام مرہٹوں پر رعب جمانے کے لئے

سندھیا اور ہلکر دونوں کا ارادہ تھا کہ اونکو اپنے قبضہ میں کریں ابھی سے دونوں سرداروں میں مخالفت پڑ گئی۔ سنہ ۱۸۰۲ء ہلکر نے سندھیا کو شکست دیدی۔ باجی راؤ ڈر کر انگریزوں کے پاس بمبئی میں گیا ادھر ہلکر نے پونا لیکر دوسرے کو پیشوا بنا دیا۔ بمبئی میں باجی راؤ کو دوستی نامہ لکھنا پڑا ۱۸۰۲ء میں جس سے اُنکے اختیارات بالکل نابود ہو گئے اس دوستی نامے میں انکو (۱) انگریزوں کی ماتحتی قبول کرنا پڑا۔ مددگار فوج اپنی ریاست میں رکھنی پڑی اس کا خرچ چھبیس ۲۶ لاکھ روپیہ دینا پڑا۔ (۲) انگریزوں سے جن ریاستوں سے دوستانہ تھا اون سے لڑنے اور چھیڑ چھاڑ کرنے کے مجاز نہ رہے (۳) انگریزوں کے دشمنوں کو نوکری سے چھڑا دینا پڑا۔ جب یہ دوستی نامہ ہو گیا تو انگریزوں نے باجی راؤ کو پھر پیشوا قرار دیا اور وعدہ کیا کہ انکی پیشوائی کو بحال قایم کر دینگے۔ چنانچہ انگریزوں نے ایک پلٹن لیکر پونا پر حملہ کیا اور وہاں باجی راؤ کو پیشوا بنا کر بٹھا دیا۔ لیکن پیشوا بنکر باجی راؤ کو آرام نصیب نہ ہوا انگریزوں کے اختیار سے اوس نے نکل جانا چاہا اور بھونسلے سندھیا و ہلکر سے مدد مانگی۔

سندھیا اور بھونسلے کے ساتھ لڑائی۔ ان سرداروں کو کبھی اپنے قوم کے اعلیٰ افسر کا غیر ملکی لوگوں کے ہاتھ میں رہنا پسند نہ تھا۔ سب تلوار لیکر حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے بھونسلے اور سندھیا باجی راؤ کے لئے انگریزوں سے لڑنے کے لئے سرگرم ہوئے۔ لیکن ہلکر اُسوقت کسی فریق کا

لڑائی میں شریک نہ ہوا۔ ولسلی صاحب گورنر جنرل کے بھائی سر آرتھر ولسلی
ولایت سے آکر دکن کے سپہ سالار ہوئے اور اُتر کے سالار لارڈ لیک ہوئے
ابتدائی جنگ یوں ہوئی کہ دفعتہً لارڈ لیک احمد نگر پر حملہ آور ہوئے اور شہر پر
قبضہ کرلیا۔ اس شہر کے ملنے میں یہ فائدے ہوئے کہ پچھم اُتر کے کونے کیطرف
سے نظام کی ریاست کا بچاؤ ہوگیا اور پُونا سے سیدھا تعلق قایم ہوگیا۔ بھونسلے
اور ہلکر نے نظام پر حملہ کیا۔ لارڈ ولسلی نے اپنے دوست کیطرف سے
اسائی کی لڑائی میں دونوں سرداروں کو سخت شکست دی (۱۸۰۳ء) بعد
اسکے پھر بھونسلے کو ارگاؤں (ضلع اکولا) کی لڑائی میں ہرا دیا جس سے بھونسلے
کو دیوگانو کی صلح کرنی پڑی۔ اس صلحنامہ کا مضمون یہ تھا کہ بھونسلے بغیر انگریزوں کی
اجازت کے کسی فرنگی افسر کو نوکر نہ رکھے اور کمپنی کو کٹک اور نظام کو برار
دیدے اسی وقت میں سندھیا کی فرانسیسی فوج علیگڈھ میں رہتی تھی۔
لارڈ لیک نے مردانہ دلاوری سے علیگڈھ کو تسخیر کرلیا۔ اور دلّی اور آگرہ
بھی فتح کرلیا اب تمام دوآب انگریزوں کے قبضے میں آگیا۔ شاہ عالم پھر
کمپنی کے پنشن خوار بن گئے۔ اور سرکار انگریزی کی رعایت سے دلّی انکو
ایک طرح سے دیدی گئی۔ ۱۸۰۳ء میں جنگ لسواری (ریاست الور)
میں لارڈ لیک نے سندھیا کو پھر شکست دی۔ اس لڑائی میں سندھیا کے
پاس فقط دیسی سپاہی تھے لارڈ لیک لکھتے ہیں کہ "یہ سپاہی صرف بہادروں
کیطرح نہیں بلکہ دیوتوں کی طرح لڑتے تھے" ۱۸۰۳ء میں سندھیا کو بھی

کمپنی سے ارجن گاؤں کی صلح کرنی پڑی۔ اور بھڑوچ۔ احمد آباد۔ دوآب۔ چمبل ندی کے پاس کی زمین سب کمپنی کو نذر کردینی پڑی۔ شاہ عالم کو بھی سرکار کمپنی کے حوالے کردیا۔ اسی زمانہ میں الور۔ جے پور۔ جودھپور اور بہت سی ریاستیں سرکار کمپنی کی زیر محکوم بن گئیں۔

ہلکر سے جنگ۔ ہولکر گویا یہی انتظار دیکھتا تھا کہ انگریز اور سندھیا لڑ کر زیر ہولیں تو جنگ پر کمر باندھے چنانچہ سنہ ۱۸۰۴ء میں سرگرم جنگ ہوگیا۔ ہولکر مرہٹوں کے پرانے قاعدے سے لڑتا تھا کہ چھپ کر حملہ کرے کسی قاعدۂ جنگ کا پابند نہ تھا انگریزوں کو اس سبب بہت دقتوں کا سامنا ہوا۔ کرنل مانسن نے ہولکر کی ریاست پر حملہ کیا۔ ہولکر نے اسکو بہت ستایا۔ کرنل کا خیمہ لوٹ لیا۔ یہانتک کہ کھانے کا سامان نہ رہا۔ کرنل مانسن آگرے میں پھر آئے ہولکر کی فوج نے پیچھا کیا اور متھرا لے لیا۔ انگریزی پلٹن یہاں سے بھی ہٹ گئی۔ اسیوقت لارڈ لیک پہونچے اور دیگھ (علاقہ الور) کی لڑائی میں ہلکر کو شکست دی (سنہ ۱۸۰۴ء)۔ اس فتح کے بعد لارڈ لیک نے بھرتپور کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ مگر قلعہ نہ لے سکا۔ راجہ نے بہت دنوں کی لڑائی کے بعد صلح کرلی۔ لارڈ ولزلی کے جانے کے بعد کمپنی نے اسکے قاعدے کی پابندی نہ کی۔ ہلکر سے صلح کرلی گئی۔ اور اوس کے مقبوضات جو جیت لئے گئے تھے۔ اوسکو پھر دے دئے گئے۔ (سنہ ۱۸۰۵ء) کمپنی کے ڈائرکٹروں سے اور ولزلی سے موافقت نہ تھی۔ جو لڑائیاں ولزلی کے حکم سے لڑی گئیں اونکی وجہ سے کمپنی کی آمدنی میں کمی ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۸۰۵ء میں

ولایت میں بُلا لیا گیا۔

تعلیم۔ لارڈ ولسلی صرف جنگجو حاکم نہ تھا۔ علمی فائدے بھی اس نے پہونچائے
ہندی۔ اُردو۔ اور فارسی کتابیں بہت سی اسی کی سرپرستی میں بنائی گئیں۔ پُرانی
کتابیں قلمی غلطیوں سے پاک کرکے چھپوائی گئیں۔ ہندی اور سنسکرت کی جماعت
میں پنڈتوں کی بڑی مدد کی۔ فارسی والوں اور اُردو والوں کی بھی پرورش کی۔
ایک کالج اسلئے کھولا کہ ولایت سے تازہ وارد فرنگی یہاں کی زبانیں سیکھیں۔
اس نے دین مسیحی کو اس مُلک کا شاہی دین بنایا۔ بائبل کا ترجمہ اکثر زبانوں میں
انھیں کے حُکم سے ہوا۔ انھیں دنوں سری رامپور کے مشنری لوگوں نے بنگال میں
راماین اور مہابھارت کی کتابیں چھپوائیں۔

ولسلی کے کام۔ ولسلی جن کاموں کے پورا کرنے کو آیا تھا حد تک
پورا کیا۔ اگر وہ یکایک بُلا نہ لیا جاتا تو ممکن تھا کہ انگریزوں کا بہت کام جنگ و
فساد کے بغیر ہمیشہ کے لئے بنجاتا۔ فرانسیسیوں کا زور توڑکر وہ ہندوستان سے
رخصت ہوا۔ سمجھا بجھا کر لڑ بھڑ کر ہر طرح سے کوششیں کرکے انگریزوں کی
سلطنت دونی کردی۔ دشمنوں کے ہاتھ سے شاہ عالم بادشاہ کو رہائی دی۔
نظام الملک حیدر آباد کو۔ پیشوا کو۔ نواب اودھ کو میسور کے ہندو راجہ کو انگریزونکا
محکوم بنا دیا۔ اور سندھیا۔ ہولکر۔ بھونسلے ایسے ایسے زور آور سرداروں کو
زیر کیا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ جن عالی ہمتوروں کی عقلمندی اور سعی و کوشش سے
انگریز یہاں کے مالک بنگئے اُنھیں میں ایک لارڈ ولسلی بھی تھا۔

خلاصہ

سنہ ۱۷۹۸ء .... لارڈ ولسلی گورنر جنرل ہوا
سنہ ۱۷۹۹ء .... میسور کی چوتھی لڑائی
سنہ ۱۸۰۱ء .... کرناٹک اور آگرہ کمپنی کے اختیار میں آیا
سنہ ۱۸۰۲ء .... بسین کی صلح
سنہ ۱۸۰۳ء .... مرہٹوں کی دوسری لڑائی۔

(۱۱) سر جارج بارلو اور لارڈ منٹو اوّل

لارڈ کارنوالس اور سر جارج بارلو (سنہ ۱۸۰۶ء سے سنہ ۱۳ء) لارڈ ولسلی نے اپنے دوستانہ قاعدہ کی پابندی کر کے تمام مُلک میں تہلکہ ڈالدیا تھا اسی سبب سے ڈائرکٹروں نے ولسلی کو واپس بُلالیا۔ اور لارڈ کارنوالس کو اس عہدہ پر دوبارہ روانہ کیا۔لیکن دومہینہ کے بعد لارڈ کارنوالس مر گئے۔ غازیپور میں ان کا مقبرہ موجود ہے۔

کارنوالس کی رحلت کے بعد کونسل کے بڑے ممبر سر جارج بارلو ڈیڑھ برس تک گورنر جنرل رہے۔ بارلو کمپنی کا قدیم ملازم تھا اسکی گویا عادت ہو گئی تھی کہ جو حکم ملے اوس کو فوراً تعمیل کرے اسکو کمپنی کے افسروں نے جب حکم دیا کہ غیر مداخلتی قاعدے سے کام کریں تو وہ بہت جلد مستعد ہو گیا کہ حکم بجالائے۔ جب بارلو

مقرر ہوا تو لارڈ لیک نے ہلکر کے زور شور کو بالکل مٹا دیا تھا مگر سر جان بارلو نے اوسکی جو سرزمین چھین لی گئی تھیں سب اوس کو پھیر دی۔ یہانتک کہ جن راجپوت راجواڑونکو ولسلی نے وعدہ کیا تھا کہ میں مرہٹوں کے ظلم سے آپلوگوں کو بچاؤں گا اون بیچارونکو بھی ہولکر کے حوالے کر دیا۔ اسی طرح لارڈ صاحب نے سندھیا کو بھی راضی کر دیا اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ درمیانی ہندوستان میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اوٹھی راجپوتانے کے رجواڑوں کو مرہٹے خود بھی لوٹنے لگے اور اپنے دوست پنڈاری ڈاکوؤں کو بھی لوٹنے دیا۔

لارڈ منٹو اوّل سنہ ۱۸۰۷ء سے سنہ ۱۸۱۳ء تک) سر جارج بارلو کے بعد لارڈ منٹو گورنر جنرل ہو کر آیا۔ اِسکے پہلے وہ بورڈ آف کنٹرول کا میر مجلس تھا۔ اسے بھی ڈائرکٹروں نے تاکید کر دی تھی کہ غیر مداخلتی قاعدے پر کاربند ہونا۔ اسی باعث سے اسوقت جو راجپوتوں اور مرہٹوں میں لڑائی ہو رہی تھی اس نے کچھ دخل نہیں دیا۔ یہ وہی وقت تھا کہ نپولین بونا پارٹ فرانسیسیوں کا سردار بنکر فرانسیسیوں کا دبدبہ ہر طرف دلنشین کر رہا تھا۔ لارڈ منٹو نے یہ خبر سُن پائی کہ نپولین نے شاہ ایران کے پاس ایک سفیر بھیجا ہے۔ پس اوس نے بھی یہ مفید سمجھا کہ پچھم کی طرف سفیر روانہ کریں۔ چنانچہ تین جگہہ سفیر بھیجے گئے۔ پنجاب افغانستان و ایران۔ پہلے پنجاب میں راجہ رنجیت سنگھ کے پاس سفیر بھیجا۔

سکھوں کی ترقی۔ شاہنشاہی مغلیہ کے زوال کے بعد جب افغان اور مرہٹے سوار تمام پنجاب کو متواتر پامال کر رہے تھے اور اس قطعہ زمین میں عجب اندھیر

پھیلا ہوا تھا۔ اسی زمانے میں سکھ لوگ ایک دینی ریاست کو مرتب کرنے میں
معروف تھے۔ سنہ ۱۷۵۶ء میں جسّا کلّل نے لاہور پر قبضہ کیا اور خالصہ یعنے دینی
ریاست کی بنیاد ڈالی۔ مگر جب رگھوناتھ نے لاہور فتح کر لیا تو یہ شخص وہاں سے
ہٹ گیا۔ سنہ ۱۷۶۱ء کے بعد سکھ بہت سے قلعے اور پرگنے دبا بیٹھے۔ اِن
سکھوں میں سے رنجیت سنگھ کے دادا چرت سنگھ نے گوجرانوالہ کے نزدیک ایک
چھوٹی سی ریاست کی بنیاد ڈالی اور ابدالی کیطرف سے جو حاکم تھا اوس کو
لوٹ لیا۔ سنہ ۱۷۶۲ء میں سکھوں کو ابدالی نے شکست فاش دی اور اسی
زمانے میں اوس نے الہا سنگھ کو پٹیالے کا راجہ بنا دیا۔ ابدالی جب وطن
پھر گیا تو سکھوں نے اوس کے مقرر کردہ حاکموں کو ہرا دیا اور جہلم اور ستلج کے
درمیانی حصّے اور دوآب تک کو بالکل پامال کر ڈالا (سنہ ۱۷۶۳ء سے سنہ ۱۷۶۴ء تک)
غرضکہ اِن دنوں سکھوں کی محض ایک دینی ریاست تھی۔ برسات کے بعد
امرتسر میں ہر سال رام میلہ ہوا کرتا تھا۔ وہیں تمام سکھ باہم ملتے تھے لوٹ کا
مال اور زمین تقسیم ہوتی تھی۔ سرداروں کی کارکنندہ انجمن کا نام گرومتّا تہا
ان دنوں تمام سکھ قوم بارہ مسلوں پر تقسیم تھی۔ ہر ایک مسل کے سرگروہ کا
نام سردار تھا۔ اِن میں سے پھلکیا مسل کے سوا سب مسلوں کی ابتدا ستلج سے
اُتر میں ہوئی پٹیالہ۔ نابھہ۔ جھیند۔ ریاستوں کے سکھ پھلکیا مسل کے تھے رنجیت سنگھ
کے وقت تک یہ سب مسل والے آپس میں تنازعہ کیا کرتے تھے۔ مگر رنجیت سنگھ
نے مسلوں کا خاتمہ کر دیا۔ اکالی گروہ سکھوں کی دینی فوج کا نام تہا۔ وہ نیلے کپڑے

اور لوہے کے کڑے پہنتے ہیں۔ پاک مقاموں کی محافظت۔ اور بندگان خدا کے اطوار کو درست کرنا۔ ان کا خاص فرض ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ لوٹ مار کرتے تھے۔

رنجیت سنگھ۔ چرت سنگھ کے مرنے کے اوس کے بیٹے مہاسنگھ نے جموں تک چڑھائی کی اور راولپنڈی تک لوٹ مار مچادی۔ مہاسنگھ کے بیٹے کا نام رنجیت سنگھ تھا۔ ۱۷۸۰ء میں وہ پیدا ہوا تھا۔ رنجیت سنگھ گیارہ برس کا تھا کہ اوس کا باپ مرگیا۔ کچھ مدت تک سکرچکیا مسل کو مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ آخر جب ۱۷۹۸ء میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے زماں شاہ نے پنجاب پر چڑھائی کی اوسی وقت سے پھر ان کا ستارہ تاباں و درخشاں ہوا۔ تب شاہ کے وطن جاتے وقت رنجیت سنگھ نے اوس کی سب توپیں جہلم کے پار پہنچا دیں۔ شاہ نے اس کے صلے میں رنجیت کو لاہور کا صوبہ دار بنا دیا۔ اوسی زمانے میں اوس نے اور مسل والوں سے جنگ و جدال کر کے امرت سر تک اپنا قبضہ کرلیا۔ پھر زماں شاہ جب تخت سے معزول ہوگئے تو اوس نے ملتان پر بھی حملہ کیا۔ اسوقت مسل کے سب سرداروں نے اوسکو سرگروہ سمجھ لیا۔ اس کے بعد جب اوس نے ستلج کے پار بسنے والی پھلکیا مسل پر عزیمت کی نظر کی تو اس مسل والوں نے مجبور ہو کر انگریزوں کی پناہ لی۔ اور رنجیت سنگھ نے بھی مجبوراً اس پناہ کو تسلیم کر کے صلح کرلی۔ (۱۸۰۹ء) اس طرح پنجاب کے سکھ ریاست کی پوربی سرحد

ہمیشہ کے لئے ستلج ہو گئی۔ اسکے بعد رنجیت سنگھ نے بتدریج کانگڑہ۔ کاشمیر۔ جموں۔ ملتان راولپنڈی۔ پشاور وغیرہ فتح کر لئے۔ اس کے بعد جب سندھ فتح کرنا چاہا تو انگریز مزاحم ہوئے۔ کیونکہ انگریزوں کی نگاہ اوس ملک پر پہلے ہی سے تھی۔ پھر جب اوس نے شاہ شجاع کی حمایت کرنے میں افغانستان فتح کرنا چاہا تب بھی سرحدی قاعدے کی پابندی کے لحاظ سے انگریزوں نے مزاحمت کی۔ اسلئے بظاہر رنجیت سنگھ انگریزوں سے موافق تھا مگر دل میں برسر پرخاش تھا۔ چنانچہ زندگی بھر انگریزی سوداگروں کو اپنے علاقے سے دور رکھا۔ افغانستان کے معزول امیر شاہ شجاع پر اسنے کوہ نور ہیرے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور افغانستان پر حملہ کرکے وہاں سے سومناتھ مندر کا پھاٹک بھی لے آنیکا قصد کیا تھا۔ اسطرح سے ایک گنوار جنگجو قوم کو تہذیب تربیت دیکر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ١٨٣٩ء میں انتقال کیا۔ اگر سچ پوچھو تو رنجیت سنگھ ہندوؤں کو باقاعدہ فراہم کرنے والوں میں آخری شخص تھا۔ وہ بہت ہوشیار بھی تھا۔ سکھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کے لئے وہ خالصہ کی دہائی دیکر اپنا مطلب نکال لیتا تھا۔ اوس کے انتظام میں زیادہ قوانین کی پابندی نہ تھی۔ سکھ کسانوں سے مالگذاری کم لیجاتی تھی۔ ڈکیتی بند کر دی گئی۔ آپس کی لڑائی میں سرکار دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ مالگذاری وصول کرنے والے افسر اگر ظلم کریں تو سخت سزا پاتے تھے۔ ریاست کی زیادہ تر آمدنی فوجی اخراجات میں مبذول ہوتی تھی۔ رنجیت سنگھ نے فرانسیسی افسر کو ملازم رکھ کے قواعد سکھائی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں سکھ سپاہیوں نے یورپ کی قواعد کے مطابق کرنے میں ایسا کمال

پیدا کیا کہ انگریزی سپاہی بھی اون کے سامنے پست ہو گئے۔ بہرحال اوس مدت میں شمالی و مغربی گوشے پر یہ نئی ریاست قایم ہو گئی تو انگریزوں کو بہت فائدہ ہوا کیونکہ جبتک انگریز مرہٹوں سے لڑنے میں اور اپنے مقبوضات کی درستی میں معروف رہے اُس عرصے تک سکھوں نے گوشۂ شمال و مغرب کی محافظت کا کام انجام دیا۔ ادھر یورپ میں اسوقت نپولین اور انگریزوں سے ہنگامۂ جنگ گرم تھا۔ لارڈ منٹو نے چاہا کہ انگلستان سے ہندوستان تک تری کا راستہ بے خطر رہے اسلئے مارلیشش اور دوسرے جزیرے جو بحر ہند میں تھے اور راہ میں پڑتے تھے سب فتح کر لئے۔ نپولین نے ہالینڈ ملک کو مفتوح کر ڈالا اور اسوجہ سے مشرقی "مجمع الجزائر" جو ہالینڈ کے قبضہ میں تھے فرانسیسیوں کے ہاتھ میں آ گئے۔ پھر لارڈ منٹو نے چاہا کہ مُلک چین کے ساتھ سمندر سے جو تجارت کرنے کا راستہ ہے وہ بھی صاف اور بے کھٹکے رہے اسلئے جاوا اور دوسرے جزیرے اس راہ کے اپنے قبضہ میں لایا۔

کمپنی کو نئی سند ملی سنہ ۱۸۱۳ء۔ پہلے وقتوں میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے سوا کوئی انگریز ہندوستان میں تجارت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن سنہ ۱۸۱۳ء میں کمپنی کو دربار انگلستان سے جو نئی سند ملی اوس کے مطابق سب انگریزوں کو ہندوستان میں اجازت ملگئی کہ کمپنی کے ساتھ ساتھ وہ بھی تجارت کر سکتے ہیں لیکن مُلک چین کے ساتھ سوائے کمپنی کے اور کسی کو اس سند میں بھی سوداگری کی اجازت

نہیں ملی۔ ایک بات یہ بھی اس سند میں تھی کہ ہندوستان کے لوگوں کی تربیت کے لئے کمپنی کو ایک لاکھ روپیہ سال دینا ہوگا۔ کمپنی سے جب تجارت مخصوص بلاشرکت غیرے کا حق لے لیا گیا تو اسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ تجارت اور دوکانداری چھوڑ کر ملک گیری اور حکمرانی کرے۔

خلاصہ

سنہ ۱۸۰۵ء .... کارنوالس دوبارہ گورنر جنرل ہوکر آئے
ولایت سے سر جارج بارلو گورنر جنرل ہوئے

سنہ ۱۸۰۷ء .... لارڈ منٹو اول گورنر جنرل ہوئے

سنہ ۱۸۰۸ء .... ایران اور افغانستان میں سفیر بھیجے گئے

سنہ ۱۸۰۹ء .... رنجیت سنگھ سے صلح ہوئی

سنہ ۱۸۱۰ء .... فرانسیسیوں کے جزیرے انگریزوں نے لے لئے

سنہ ۱۸۱۱ء .... جزیرہ جاوا فتح ہوا

سنہ ۱۸۱۳ء .... کمپنی کو نئی سند ملی

(۱۲) لارڈ ہیسٹنگس اور لارڈ آمرسٹ سنہ ۱۸۱۳ء سنہ ۱۸۲۸ء

لارڈ ہیسٹنگس ولایت کے ایک بڑے اور معزز خاندان میں سے تھے۔ پہلے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگس سے بالکل جدا ہیں۔ انھوں نے ولسلی کے

کاموں کو اختیار کیا اور انکو پورا کیا انکا بھی وہی عزم تھا کہ سرکار انگریزی کو ہندوستان میں سب حاکموں سے بڑھکر بنا دیں اسلئے انہوں نے بھی ہندوستان کے رجواڑوں کو مجبور کردیا کہ انگریزوں کی افسری کو تسلیم کریں۔

ملک کی حالت۔ ملک کی حالت بہت ابتر تھی۔ جب دشمنوں کو معلوم ہوگیا کہ انگریز غیر مداخلت کی رسم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہر طرف سے فتنہ و جدال کا سامان برپا کردیا۔ اُتر میں نیپالیوں نے کمپنی کے علاقے پر چڑھائی کی اور لوٹ مار کرنے لگے۔ پچھم میں پیشوا اسی تاک جھانک میں تھے کہ انگریزوں کی زیردستی میں نہ رہیں۔ بھونسلے بھی اسی فکر میں تھا۔ ممالک متوسط میں اور راجپوتانے میں بھی پنڈاریوں نے ڈاکے مار کے تمام قطعہ زمین ویرانہ بنادیا تھا۔ ہر طرف فساد و ہنگامہ برپا تھا۔

نیپال والوں سے جنگ۔ سنہ ۱۸۱۴ء سے سنہ ۱۸۱۶ء پہلے نیپال میں بودھ مذہب کے راجے راج کرتے تھے۔ بعد اسکے گورکھاؤں نے انکو زیر کرلیا اور ساری سرزمین اپنے اختیار میں لے آئے۔ یہہ لوگ ہندو تھے اور کہتے تھے کہ چھتری ہیں۔ اِن وقتوں میں دریائے ستلج سے سرحد بھوٹان تک ان کی عملداری تھی۔ نواب اودھ نے جب ضلع گورکھپور کمپنی کے حوالے کردیا تو کمپنی کی سرحد اور اُن کی سرحد پاس پاس ہوگئی۔ گورکھا لوگ فتنہ انگیز تھے اپنے پہاڑی ضلعوں سے ترائی میں اُتر آتے تھے اور کمپنی کی قلمرو میں لوٹ مار کرتے تھے۔ لارڈ منٹو نے انکو فہمایش کی لیکن انھیں کچھہ لحاظ نہ ہوا اور سنہ ۱۸۱۴ء میں کئی گاؤں لوٹ کر ویران کردیئے اسلئے لڑائی کرنی ضروری

ہوئی۔ آجتک انگریزی فوج ہندوستان کے سطح میدان میں لڑائی رہی۔ پہاڑوں اور گھاٹیوں کی لڑائی میں مشاق نہ تھی۔ اِسلئے انگریز شروع میں ناکامیاب رہے آخر کار ۱۸۱۶ء میں آکٹرلونی جنرل نے گورکھوں کو ہرادیا اور بڑھتے بڑھتے کھاٹ مانڈو دار السلطنت تک جا پہونچے۔ مجبور ہوکر راجہ نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اِس صلح میں گڑھوال۔ کمایوں اور ترائی تک کے ضلعے کمپنی نے حاصل کئے۔ شملہ بھی سرکار کمپنی کے ہاتھ آیا۔ اور نیپال میں انگریزی رزیڈنٹ صاحب رہنے لگے۔

کمپنی کو اسوقت جو مقام ملے وہ بہت رونقدار بنائے گئے۔ نینی تال دہرادون اور منصوری میں لوگ گرمیوں میں ہوا کھانے جاتے ہیں۔ گرمی میں بڑے لاٹ صاحب کا دفتر شملے میں رہتا ہے۔ ترائی کے جنگلوں سے بھی بہت آمدنی ہوتی ہے۔ گورکھا لوگ انگریزوں سے خلوص و فاداری کے ساتھ رہنے لگے اور فوج انگریزی میں بھی بھرتی ہونے لگے۔

پنڈاریوں سے لڑائی ۱۸۱۷ء۔ اورنگ زیب کے ظلم سے ہندو عاجز آکر ادھر اُدھر چلے گئے اور محتاجی کی حالت میں ڈاکے مارنے لگے۔ بیچارے اپنا پیٹ کیونکر بھرتے غرض اونکی خرابیاں شاہان مغل کی پریشان حالی سے اور بڑھتی گئیں مرہٹوں سے ملکر دُور دُور جاکر اپنا کام کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کا ایک جم غفیر ہوگیا۔ اِس بڑے انبوہ میں مسلمان۔ ہندو۔ جاٹ۔ مرہٹے سب ملکر ایک ذات ہوگئے تھے۔ لارڈ ولسلی نے رجواڑوں میں

گوروں کی فوجیں رکھوا دیں تو بیچارے ہندوستانی سپاہی بے نوکری کے فاقے کرنے لگے اور پنڈاریوں کے شریک ہوگئے انکی ایک مت و ایک رائے تھی اور کسی طریقے پر ذاتی طور پر پابند نہ تھے۔ شہسوار اچھے تھے مالوہ اور ممالک متوسط اُنکے خاص مقام تھے بیس۲ بیس۲ ہزار آدمیوں کا جماؤ تھا۔ جسطرف مُنہ اوٹھاتے آبادی سے بیس۲ بیس۲ کوس نکل جاتے۔ انگریزی عملداری کے شہر اور گاؤن اور رعایا کے گھر کئی دفعہ لوٹے۔ ہیسٹنگس کو انکی بیخ کنی کی فکر ہوئی مگر انکا زیر کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ پیشوا بھونسلے۔ سندھیا ہولکر اور بہت سے مرہٹے انکی پُشت پر تھے۔ پنڈاریوں کا ایک سردار میر خاں تھا۔ وہ پہلے ہولکر کا فوجی افسر تھا اور جھبو دوسرا سرغنہ سندھیا کا اسامی تھا۔ اسلئے ہیسٹنگس نے پہلے مرہٹے سرداروں کو دبانا چاہا پیشوا کو مرہٹوں کی سرداری سے کنارہ کش ہونا پڑا اور صوبہ کونکن اور کئی مقام انگریزوں کو دینے پڑے۔ بھونسلے کو ایسی دوستانہ مددگاری کے پیرایہ پر صلحنامہ لکھنا پڑا۔ سندھیا اور ہولکر سے بھی اسی طرح کی گفتگو پیش آئی۔ لارڈ صاحب نے تین بڑی فوجیں مرتب کیں ایک مدراس میں ایک بنگالے میں ایک بمبئی میں۔ پہلے مدراس کی فوج نے پنڈاریوں کیطرف رُخ کیا اُنھوں نے چاہا کہ اُدھر کیطرف بھاگ جائیں ایکطرف سے بنگالے کی فوج بڑھی اور دوسری طرف سے بمبئی کی۔ اس طرح گھیرے میں گرفتار ہوکر پنڈاریوں کی عقل زائل ہوگئی اندھا دھند اِدھر اُدھر بھاگنے لگے سپاہیوں نے اور رعیّت نے بھی بہتوں کو مار ڈالا۔

جنھوں نے اپنی جانیں کمپنی کو سونپ دیں انکو کھیتی باری کرنے کے لیئے زمین دی گئی۔ انکے سردار امیر خاں کو راجپوتانے میں ٹونک کی نوابی ملی۔ چیتو سردار کو ایک چیتے نے مار ڈالا اسطرح لارڈ صاحب نے پنڈاریوں کو زیر کر کے مالوہ اور ممالک متوسط بلکہ تمام ملک میں امن و آسائش کا دن دکھایا۔

تیسری جنگ مرہٹہ ۱۸۱۷ء سے ۱۸۱۸ء تک۔ باجی راؤ نے انگریزوں کو پنڈاریوں کی گوشمال دہی میں مشغول دیکھکر چاہا کہ انکے تابع سے نکل جائے اور بھونسلے اور سندھیا کو بھی اُبھارا۔ بھونسلے موقع ہی کا منتظر تھا لڑنے پر مستعد ہوگیا۔ سندھیا کے راج کے سامنے انگریزوں نے ایک بڑی پلٹن کھڑی کر دی کہ یہ پیشوا کی مدد کو نکل نہ سکے۔

پیشوا سے۔ الفنسٹن صاحب رزیڈنٹ پیشوا کی نیت کو پہچان کر کرکی میں چلے آئے۔ یہ جگہہ شہر سے چار میل دُور ہے اور پناہ کا مستحکم مقام ہے ۱۸۱۸ء میں شولاپور کے ضلع میں آشٹی کے مقام پر پیشوا نے دوبارہ شکست کھائی اور عاجز ہوکر انگریزوں کے پاس عذر خواہی کو حاضر ہوا۔ اس کا ملک لے لیا گیا۔ اوسے پنشن ملی اور بٹھور واقع کانپور اس کے رہنے کی جگہہ قرار پائی۔

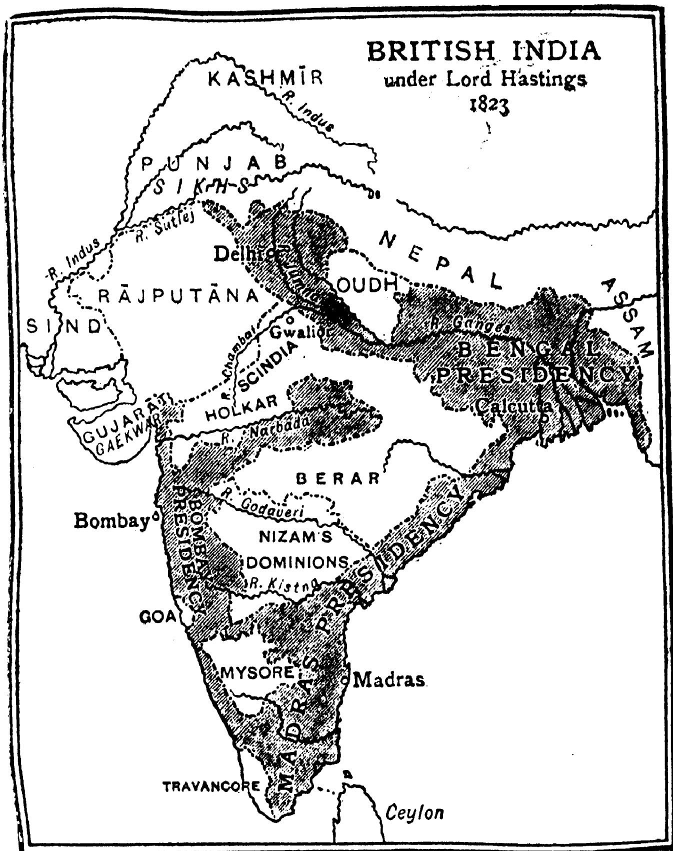
بھونسلے سے لڑائی۔ باجی راؤ کی حرکت سے آپا صاحب کو بھی یہ تحریص ہوئی کہ اپنے راج کے رزیڈنٹ پر دفعتاً حملہ کر بیٹھا۔ انھوں نے اُسکو زیر کرلیا اور ۱۸۱۷ء میں ناگپور چھین لیا۔ آپا صاحب مفقود الخبر ہو گیا۔

انگریزوں نے اوسکے راج سے اوسکو خارج کرکے رگھوجی بھونسلے کے نابالغ پوتے کو گدی پر بٹھایا۔ ریذیڈنٹ کو اس کا ولی بنا دیا۔

ہلکر سے لڑائی۔ ہلکران دنوں نابالغ تھا تلسی بائی ولی بنکر انتظام ریاست کرتی تھی۔ اس کو منظور تھا کہ انگریزوں سے صلح ہو جائے مگر فوج کو یہ منظور نہ تھا۔ فوج کے ہاتھ سے تلسی بائی کی جان گئی اور انگریزوں نے ریاست پر چڑھائی کردی سنہ ۱۸۱۷ء میں مہدی پور کی جنگ میں پوری شکست دی۔ کچھ حصہ ریاست کا ضبط ہو گیا اور ہلکر کو انگریزوں کا محکوم بننا پڑا۔

انتظام۔ پیشوا کی ریاست ضبط ہونے کے بعد احاطہ بمبئی قایم ہوا الفنسٹن صاحب یہاں کے پہلے گورنر ہوئے۔ شیواجی کی نسل کا ایک شخص ستارہ کا راجہ بنایا گیا۔ ساگر اور نربدا کے ضلع پر ایک چیف کمشنر مقرر ہوا اور اس طرح ممالک متوسط کی بنیاد پڑی۔ راجپوتانہ کے سب رجواڑے سرکار انگریزی کے تابع ہو گئے۔ اُسی وقت سندھیا نے اجمیر انگریزوں کو دیدیا۔ اس طرح قوم مرہٹہ کے اقبال کا آفتاب غروب ہو گیا۔ اس لڑائی کے بعد کوئی ہندوستانی ریاست خود مختار نہ رہی۔ سبھوں کو انگریزوں کی برتری مان لینی پڑی۔

مرہٹوں کے زوال کا سبب۔ پیشوا کی افسری جب سے قایم ہوئی تھی اوسی وقت سے مرہٹے رئیسوں میں ایک اتحادی مجموعہ بن گیا تھا۔ تواریخ سے ظاہر ہے کہ سرداروں میں چھیڑ چھاڑ ہمیشہ رہتی تھی۔ شیواجی کے بعد



(*Pt. III Chap 12.*)

مرہٹوں کی یہ حالت بہت زیادہ تھی کہ آپس میں اتفاق نہ رہا اور اسی سے
انگریزوں نے ایک ایک ریاست پر آسانی سے اپنا تسلط قایم کرلیا۔ پیشوا
ذات کے برہمن تھے۔ پر سندھیا اور باقی رئیس مرہٹوں میں چھوٹی ذات
کے تھے ممکن ہے کہ اس سبب سے سب سردار اوس کی برتری پسند
نہ کرتے ہوں اور ایک بات یہ ہے کہ پہلے پہل اس قوم میں پیشوا نے جاگیر
دینے کی رسم نکالی۔ شیواجی کبھی کسی کو جاگیر نہ دیتے تھے۔ سب کو تنخواہ دیتے
تھے۔ جاگیر دینے میں یہ ایک خرابی پیدا ہوئی کہ جتنی پیشوا کی طاقت گھٹتی
گئی جاگیردار خود اختیار ہوتے گئے یہانتک کہ سندھیا اور ہلکر نے پیشوا کو بھی
پست کردیا اور یہی مرہٹوں کے زوال کا خاص سبب ہوا۔

اصلاحیں۔ شاہ عالم بادشاہ محض فرضی بادشاہ تھے مگر کمپنی اونکو
نذر دیتی تھی اور اوس کے نام کا سکہ جاری تھا۔ لارڈ ہیسٹنگس نے نذرانہ
بند کردیا۔ کارنوالس نے مقدموں کے فیصلے کے لئے جج مقرر کئے تھے
اور مالگذاری کا کام کلکٹروں کے ہاتھ میں تھا۔ مگر ہیسٹنگس نے کلکٹروںکو
مجسٹریٹ بھی بنادیا اور فوجداری کے مقدمہ کا فیصلہ انھیں کے متعلق
کردیا۔ یہ دستور ابتک جاری ہے۔ ڈچ لوگوں سے سنگاپور لے لیا گیا۔
اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کمپنی کو نئی آبادی اسٹریلیا کا جہازی راستہ نکل آیا
اور چین و جاپان کی تمام تجارت انگریزوں کے ہاتھ میں آگئی۔ چند
عالی ہمتوروں نے ملکر کلکتے میں ہندو کالج کی بنیاد ڈالی۔ اسی وقت

بنگلہ زبان میں سماچار درپن نام ایک اخبار پہلے پہل شایع ہوا۔ پہلے تحصیلدار رعیتوں سے مالگذاری وصول کرکے سرکاری خزانے میں داخل کرتے تھے لیکن انھیں دنوں میں مدراس کے گورنر سر ٹامس رومنرو نے رعیتوں کے ساتھ ایک نیا بندوبست جاری کیا اس کو رعیت داری بندوبست کہتے ہیں۔ الغرض لارڈ صاحب ممدوح نے ہمالیہ سے راس کماری تک اور ستلج سے برہمپتر تک انگریزوں کا ڈنکا بجوادیا اور ۱۸۲۳ء میں وطن تشریف لے گئے۔

لارڈ آمرسٹ ۱۸۲۳ء سے ۱۸۲۸ء تک۔ یہ لارڈ صاحب یہاں آنے کے پہلے انگلستان کی طرف سے سفیر بنکر ملک چین میں گئے تھے بورڈ آف کنٹرول نے انکو ہندوستان کی گورنر جنرلی عنایت فرمائی۔ انمیں ہمدردی کا مادّہ بہت تھا۔ پہلی جنگ برہما انھیں کے وقت میں ہوئی۔

برہما کی پہلی لڑائی ۱۸۲۴ء سے ۱۸۲۶ء تک۔ پہلے تمام برہما میں فقط ریاستیں تھیں۔ آوا۔ اراکان۔ پیگو۔ یہاں کے باشندے بودھ مت کے ہیں۔ پندرہویں صدی میں پیگو اور تنا سرم میں دُور دُور سے تجارت کرنے والے آتے تھے بعد اسکے پرتگیزیوں نے یہاں آکر پوری تجارت اپنے ہاتھ میں کرلی۔ ان لوگوں نے چاٹگاؤں پر بھی دخل کرلیا ۱۷۵۰ء میں ایک نئے شاہی خاندان نے پورے ملک کو فتح کرلیا اور رفتہ رفتہ اراکان بھی لے لیا۔ ۱۸۲۲ء میں بنڈولا برہما کے سپہ سالار نے آسام اور منی پور پر بھی

قبضہ کرلیا۔ اسوجہ سے برہما کی ریاست کی سرحد کمپنی کی عملداری تک پہونچ گئی۔ اُسی وقت سے حقیقت جنگ وکارزار شروع ہوگیا۔ راجہ برہما نے ایک دفعہ لارڈ صاحب کو لکھا کہ چاٹ گانوں۔ ڈھاکہ مرشدآباد ہمارے ہیں۔ ہمکو واپس کیجئے۔ لارڈ صاحب نے اس کا بہت مضحکہ اوڑایا اس باعث سے بنڈولا بنگالے پر حملہ کرنے پر آمادہ ہوا۔

واقعات۔ بنگال سے ایک دیسی پلٹن آسام روانہ کی گئی اور ایک بحری فوج جہاز سے رنگون جانے پر مامور ہوئی۔ دو سال تک ہنگامہ جنگ گرم رہا۔ برہما صحرائی ملک ہے اور بارش کی وہاں شدت ہوتی ہے اور وہاں ملیریا بخار بہت پھیلتا ہے۔ پلٹن کے بہت لوگ اس بخار میں ہلاک ہوئے تاہم انگریزوں نے رنگون فتح کرلیا۔ اب بنڈولا کو اُتر سے دکھن آنا پڑا۔ لیکن وہ لڑائی میں مارا گیا اور برووم بھی انگریزوں نے تسخیر کرلیا اور دارالسلطنت آوا پر حملہ کیا۔

صلح۔ تب راجہ نے فوراً صلح کرلی۔ یاں ڈابو میں صلحنامہ تحریر ہوا (سنہ ۱۸۲۶ء)۔ راجہ برہما کو آسام۔ آراکان۔ تناسرم۔ نذر سرکار کرنا پڑا۔ رنگون میں ایک رزیڈنٹ رہنے لگا۔ ایک کرور روپیہ سرکار کو خسارہ دینا پڑا۔ اس لڑائی میں سرکار کمپنی کا تقریباً پندرہ کرور روپیہ صرف ہوا۔ دھوئیں کش جہاز اسی لڑائی میں پہلے پہل استعمال ہوئے۔

بھرتپور فتح ہوا۔ ایک مرتبہ لارڈ لیک بھرتپور کے قلعہ کو مفتوح نہ کرسکے تھے اُسی وقت سے یہ عام خیال تھا کہ یہ قلعہ کبھی کوئی نہیں لے سکتا۔

بھرتپور میں ایک راجہ جب مرگیا تو اوس کا بھتیجا درجن سال راجہ کے بیٹے کو قید کرکے راج پر قابض ہوا۔ اس بیٹے کے رفیق لارڈ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ مدد ملے۔ درجن سال نے کہا کہ میں انگریزوں سے ڈرتا نہیں۔ لارڈ آمرسٹ نے اس مغرور کی سرکوبی کے لئے کمبرمیر کو تعینات کیا۔ اس بہادر نے قلعے کو لے لیا اور درجن سال گرفتار کرلیا گیا اور پہلے راجہ کے بیٹے کو راج ملگیا۔ ایک رزیڈنٹ وہاں کے لئے مقرر ہوا ایک انگریز اوس نئے راجہ کے ولی قرار پائے۔ لارڈ آمرسٹ نے ۱۸۲۸ء گورنری سے استعفا دیدیا۔

خلاصہ

۱۸۱۳ء .... لارڈ ہیسٹنگس گورنر جنرل ہوئے

۱۸۱۴ء ...... ۱۸۱۶ء نیپال کی لڑائی

۱۸۱۷ء ..... ۱۸۱۹ء مرہٹوں سے تیسری لڑائی

۱۸۱۹ء .... سنگاپور فتح ہوا

۱۸۲۳ء .... لارڈ آمرسٹ گورنر جنرل ہوئے

۱۸۲۴ء ..... ۱۸۲۶ء برہما سے پہلی لڑائی

۱۸۲۶ء یانڈابو کی صلح۔ قلعہ بھرتپور پر فتحمندی

(۱۳) لارڈ بنٹنگ ۱۸۲۸ء سے ۱۸۳۵ء تک

لارڈ ولیم بنٹنگ کچھ دنوں تک مدراس کے گورنر رہ چکے تھے لارڈ آمرسٹ نے

جب اپنے عہدے سے استعفا دیدیا تو بورڈ آف کنٹرول نے انکو گورنر جنرل بناکر ہندوستان میں بھیجا۔ اصلاح سلطنت کے لئے ان دنوں ولایت میں بھی بڑی عرق ریزیاں ہو رہی تھیں۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں پہلا قانون اصلاح جاری ہوگیا اور اوس کی ہدایت سے بہت سے دانشمند لوگ پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے ان لوگوں کی تحریک سے رفاہ عام کے لئے بہت سے قانون مرتب ہوئے انھیں خیالات سے بنٹنگ ہندوستان میں آیا اور اس ملک کی بہتری کے لئے بہت سی اصلاحیں کیں۔

اصلاحیں۔ برہما کی پہلی لڑائی میں کمپنی کے پندرہ کرور روپیوں پر پانی پھر گیا۔ اسیلئے کمپنی کو قرض لینا ہوا۔ ان لارڈ صاحب نے سب کے پہلے اسی بات پر توجہ کی۔ قرض کے کم کرنے کی یہ تدبیر کی کہ خرچ گھٹے اور آمدنی بڑھے۔ لشکری افسروں کا بھتا بند کر دیا۔ مالوہ کی افیون پر چنگی لگائی اور اوس کے وصول ہونے کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ بنگال اور مدراس اور اکثر صوبوں کے بعضے مقاموں پر پہلے بندوبست میں محصول نہیں لگا تھا۔ انھوں نے وہاں بھی محصول لینا جاری کر دیا۔ ہندوستانیوں کو بڑے بڑے عہدے دئے۔ اس سے بھی خرچ بہت کم ہوگیا۔ اضلاع مغربی اور شمالی ایک الگ صوبہ بنگیا۔ اسکی مالگذاری وصول ہونے کے لئے ایک بورڈ آف ریونیو قائم کیا اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ تیس سالہ بندوبست ہوا۔ لارڈ کارنوالس نے اس ضلع کو انتظام کا صدر مقام قرار دیا تھا۔ لیکن بنٹنگ نے

کئی ضلعوں کی نگرانی کے لئے ایک کمشنر رکھ لیا۔ لارڈ ہیسٹنگس نے کہیں کہیں کے کلکٹروں کو مجسٹریٹ بھی بنا دیا تھا۔ انھوں نے سب کلکٹروں کو مجسٹریٹی کا کام بھی دیدیا۔ مجسٹریٹ کو مالگذاری وصول کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے کہ ہندوستانیوں کو اعلےٰ عہدہ ملیں ڈپٹی کلکٹر اور صدر اعلےٰ کے عہدے بھی قایم کئے۔ کارنوالس کے عہد میں ہندوستانیوں کو بڑے عہدے نہ ملتے تھے۔ انھوں نے یہ قاعدہ منسوخ کردیا۔

انھوں نے فقط اپنے مالک کی خیر اندیشی نہیں کی بلکہ اس ملک والوں کی بہتری پر بھی نظر کی۔ جن کاموں سے انکی یاد اس ملک میں ہمیشہ رہیگی انمیں سے ایک یہ بھی تھا کہ ستی ہونے کا رواج بند کردیا۔ ابتدا میں لارڈ ولزلی نے اس معاملے پر توجہ کی۔ لارڈ منٹو کے عہد میں اُس عورت کے رشتہ داروں کو مجسٹریٹ کو یا پولیس میں اطلاع کرنی پڑتی تھی۔ تب سرکار تحقیقات کرتی تھی کہ بیوہ خوشی سے جلتی ہے یا کہ جبر سے۔ باوجود اس انتظام کے صرف بنگال میں سنہ ۱۸۲۶ء سے سنہ ۱۸۲۹ء تک ڈیڑھ ہزار عورتوں کی جان جلکر گئی۔ ایسی حالت میں واجب ہوا کہ کوئی معقول تدبیر نکالی جائے۔ آخر لارڈ بنٹنگ نے ہندو افسروں اور فوجی سرداروں اور ہندو جماعت کے خاص لوگونکی رائے لیکر سنہ ۱۸۲۹ء میں ایک قانون جاری کردیا۔ اوس کے مطابق ہندو بیواؤں کا جلنا جُرم سمجھا جاتا ہے اور جو ستی ہونے میں مدد کرے وہ بھی مجرم قرار دیا جاتا ہے۔

ٹھگی۔ مغل سلطنت کے زوال کے وقت تمام ملک میں بدنظمی پھیل
گئی تھی۔ موقع پاکر ڈاکوؤں کے بڑے بڑے گروہ ڈاکہ مار کر اپنا پیٹ پالتے
تھے ایک طرح کے ڈاکو ٹھگ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ بھیس بدل کر اپنی تاک میں
ادھر ادھر پھرا کرتے تھے۔ جن راہگیروں کو سیدھا سادا پاتے تھے اون کے
ساتھ لگ لیتے تھے۔ چلتے چلتے جہاں گھات ملجاتی تھی اور بیچارے کو بیخبر پاتے
تھے گلے میں رومال کی پھانسی لگا کر مار ڈالتے تھے اور زمین میں گاڑ کر جو کچھ
اوس کے پاس ہوتا تھا لے لیتے تھے۔ انکی جماعت بڑے قاعدے کے ساتھ
بنی رہتی تھی۔ اس جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے کہ بڑھکر خبر لاتے تھے۔
کچھ دفن کرنے کے لئے گڑھا کھود رکھتے تھے۔ کچھ سوداگر یا راجہ یا بادشاہوں کا
بھیس بدل کرکے اپنا کام کرتے تھے۔ ہندو مسلمان سب ایک دل ہوکر انکی
جماعت میں اپنا کام کرتے تھے۔ انکی ایک پوشیدہ زبان تھی۔ اسی بولی میں
ایک دوسرے سے بات چیت کرتے تھے۔ ان میں سے بعضے ٹھگ اپنا
اصل پیشہ چھپانے کے لئے نوکری چاکری یا کھیتی باری بھی کرتے تھے۔ اسوقت
نہ سڑکیں درست تھیں نہ پولیس کا انتظام عمدہ تھا۔ اسی سے ان ٹھگوں کو
اپنا کام کرنے میں کوئی بڑی دقت نہیں پڑتی تھی۔ بڑے زور شور سے
یہ اندھیر کئے ہوئے تھے۔ جب کمپنی کی حکومت ایک سرے سے دوسرے
سرے تک پہونچ گئی تو معلوم ہوا کہ یہ ٹھگ اجودھیا سے کرناٹک تک اور
ستلج سے برہمپتر تک جان و مال کو برباد کر رہے ہیں۔ بیچارے بے گناہ

لوگوں کا سفر کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ ہر سال کوئی دس ہزار آدمی اپنی جان و مال سے
ہاتھ دھوتے تھے اور جنگلوں میں زمین کا پیوند ہوتے تھے۔ بنٹنگ نے اس
غضب کا حال سُنکر ان ظالموں کے دفعیہ کے لئے ایک جُداگانہ محکمہ قایم کیا۔
اس محکمہ کے افسر کپتان سلیمن صاحب تھے۔ سات برس تک برابر انھوں نے
جان لڑا کر کوششیں کیں اور قریب قریب ڈیڑھ ہزار ٹھگوں کو گرفتار کیا۔
کچھ دنوں تک یہ انتظام جاری رہنے کے بعد ان ٹھگوں کا دفعیہ ہوا اور اسی
وقت ڈکیتی بند کرنے کی بہت تدبیریں نکالی گئیں۔

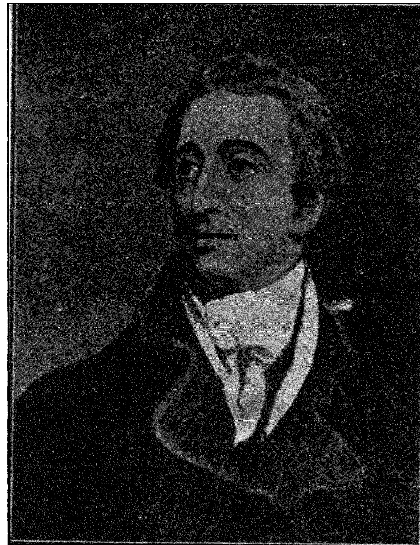
پارلیمنٹ سے کمپنی کو نئی سند ۱۸۳۳ء۔ انھیں کے عہد میں کمپنی کو
ایک نئی سند ملی۔ اس سند میں کمپنی کو تجارت کرنے کا حق بالکل موقوف کر دیا
گیا اور سلطنت کرنے کا ٹھیکہ بیس سال کے لئے دیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی
اجازت ملی کہ کونسل کے ساتھ ملکر گورنر جنرل ہندوستان کے لئے قانون جاری
کر سکینگے۔ ان کی کونسل میں جنگی افسر کے علاوہ اور چار ممبر ہونگے۔ ان چاروں
میں سے ایک قانونی ممبر ولایت سے چُنا جائیگا اور قانون بنائے گا۔ اضلاع
مغربی و شمالی (اضلاع آگرہ و اودھ) کے لئے ایک لفٹنٹ گورنر مقرر ہونگے۔
ہندوستانیوں کو ہر قسم کا عہدہ ملے گا۔ اس سند کے رُو سے کمپنی کے مالکوں کے
اختیار اور بھی کم ہو گئے اور بورڈ آف کنٹرول کے اختیار بڑھ گئے۔ لارڈ
مکالے قانونی ممبر ہو کر یہاں آئے اور تعزیرات ہند کی کتاب مرتب کی۔

تعلیم۔ ۱۸۱۳ء کی سند کی رُو سے تعلیم کے لئے کمپنی کو ایک لاکھ روپیہ



(Chap. 8.)

Madhavrao Scindia.



(Chap. 13.)

Lord Bentinck.

سالانہ دینا مقرر ہوا تھا۔ یہ روپیہ لوگوں کو فارسی۔ سنسکرت۔ بنگلہ۔ اور ہندوستانی زبانوں کے سیکھنے کے لئے اور ان میں کتابیں چھپوانے کے لئے دیا جاتا تھا اب ۱۸۳۳ء کی سند کے رُو سے ہندوستانی بڑے بڑے عہدے پانے کے مستحق ہوئے تو یہ سوال خود بخود پیدا ہوا کہ اب تعلیم کس زبان میں دی جائے انگریزی میں یا سنسکرت اور فارسی میں۔ اور یہ بھی بات پیش نظر رہی کہ سرکاری کام اکثر انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ یہ سوال اعلیٰ درجے کے عالموں اور عقلمندوں سے پوچھا گیا۔ انکی رائے ایک قائم نہ ہوئی لارڈ مکالے اور راجہ رام موہن رائے نے انگریزی زبان کو ترجیح دی اسی کو لارڈ بنٹنگ نے مان لیا کہ تعلیم انگریزی زبان میں ہو۔ پس انگریزی پڑھانے کے مدرسے جابجا جاری ہو گئے۔ اس انتظام کا فائدہ آجکل ہم لوگ اٹھا رہے ہیں ۱۸۳۵ء میں لارڈ بنٹنگ نے مغربی علم طبابت سکھانے کیلئے کلکتے میں میڈیکل کالج کی بنیاد ڈالی۔ اسی سال سے کچہری کی کارروائی انگریزی میں ہونے لگی۔

دیسی ریاستوں کے ساتھ برتاؤ۔ کمپنی کے مالکوں نے لارڈ ہیسٹنگس کے جانے کے بعد چاہا کہ غیر مداخلتی۔ قاعدے پر سب ملازمان انگریز عمل کریں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ لارڈ ہیسٹنگس یہاں کی بد انتظامیاں سب نیست و نابود کر گئے ہیں لارڈ بنٹنگ نے چاہا کہ یہی طریقہ رکھیں اور کسی ریاست کے معاملے میں دخل نہ دیا۔ انکے وقت میں وہی جگہیں کمپنی کی قلمرو میں اضافہ ہوئیں

ایک کرگ اور دوسرے کچھار (آسام میں) لیکن غیر مداخلتی قاعدے پر چلنے کا انجام یہ ہوا کہ اودھ۔ حیدرآباد اور راجپوتانے کی ہندوستانی ریاستوں میں قیامت مچ گئی۔ حد سے زیادہ بے انصافی اور ظلم کی نوبت آگئی۔ مجبور ہوکر کہیں کہیں بنٹنگ کو دخل دینا ہی پڑا چنانچہ ۱۸۳۰ء میں ظلم و بد انتظامی کے سبب بنٹنگ نے میسور وہاں کے راجہ سے لیکر افسران انگریزی کے ماتحت پچاس برس کے لئے رکھ دیا۔ پچاس برس کے بعد ۱۸۸۱ء میں وہ راج پھر وہاں کے راجہ کو پھیر دیا گیا۔

اور اور واقعات۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ برہما کی پہلی لڑائی میں دھوئیں کش کام میں آئے۔ لارڈ بنٹنگ نے حکم دیا کہ سب بڑی ندیوں میں دھوئیں کش چلیں اس سے تجارت اور آمد و رفت میں بڑی آسانی ہوئی۔ غریب کچھ روپیہ بچائیں اسلئے اوس نے کلکتہ میں پہلے پہل سیونگ بنک قایم کیا۔ جواب ہر ڈاکخانے کے ساتھ ہے۔ مختصر یہ کہ امن و اماں سے آسودہ فارغ البال و دلشاد سلطنت بنانے کی جو جو تدبیریں ہیں لارڈ بنٹنگ نے ہندوستان میں سب کو انجام دیا۔

لارڈ بنٹنگ کے جانے کے بعد ۱۸۳۵ء میں سر چارلس مٹکاف تھوڑے دنوں کے لئے گورنر جنرل ہوئے انھوں نے اخباروں کو آزادی دی۔ یعنی اخبارنویس اپنی اپنی رائے ظاہر کرسکتے ہیں اس احسان کے شکریہ میں ایک کتب خانہ بنام "مٹکاف ہال" قایم ہوا اب اسی عمارت میں ہندوستان کا

سب سے بڑا شہنشاہی کتب خانہ ہے۔

خلاصہ

سنہ ۱۸۲۸ء .... لارڈ بنٹنگ گورنر جنرل ہوئے
سنہ ۱۸۲۹ء .... ستی کا رواج بند کر دیا گیا
سنہ ۱۸۳۳ء .... کمپنی کو نئی سند ملی

(۱۴) لارڈ آکلینڈ اور لارڈ ڈالن برا سنہ ۱۸۳۶ء سے سنہ ۱۸۴۴ء

لارڈ آکلینڈ (سنہ ۱۸۳۶ء سے سنہ ۱۸۴۲ء) سنہ ۱۸۳۶ء میں لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل بنے۔ دوسرے سال ملکہ معظمہ وکٹوریہ تخت نشین ہوئیں لارڈ بنٹنگ کے ساتھ ہی ساتھ امن کا زمانہ جاتا رہا۔ اب لارڈ آکلینڈ فضول لڑائی میں شریک ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مُلک کی بہت دولت برباد ہوئی اور بہت سے لوگ ناحق مارے گئے۔

افغانستان سے لڑائی۔ اُنیسویں صدی کے شروع میں نپولین کا ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ سُنکر جیسے انگریز لوگ گھبرائے تھے ویسے ہی اسوقت روس کے حملہ کرنے کا حال سُنکر سرکار انگریزی بہت گھبرا گئی یہ بات سچ ہے کہ ان دنوں روس کا زار بڑے جوش کے ساتھ ایشیا میں اپنی ریاست بڑھا رہا تھا اوس کے ایلچی ایران اور افغانستان

تک پہونچے تھے۔ پھر ایران کا شاہ روس سے مدد لیکر مغربی افغانستان پر حملہ کرنیکی کوشش کر رہا تھا۔ ان سب باتوں کو سنکر سرکار برطانیہ کو مناسب ہوا کہ روس کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے کچھ کارروائی کرے۔ اس لئے افغانستان کے ساتھ ۱۸۳۸ء میں پہلی لڑائی شروع ہوئی۔

افغانستان میں تہلکہ۔ احمد شاہ ابدالی کے مرنے کے بعد اوسکی ریاست شکست ہوگئی اُدھر رنجیت سنگھ پنجاب۔ کاشمیر۔ پیشاور اور دوسرے مقام دبا بیٹھے۔ اُدھر ایران کے شاہ نے اور روس کے زار نے افغانستان کے مغربی اور شمالی حصے ضبط کر لئے۔ افغانستان میں ابدالی کی اولاد آپس میں لڑنے لگی۔ اسلئے افغانستان میں ان دنوں بہت ہل چل پڑ گئی۔ اسی لڑائی میں دوست محمد ایک سردار نے احمد شاہ کے پوتے شاہ شجاع کو نکالدیا اور خود افغانستان کا امیر بن بیٹھا۔ شجاع وہاں سے بھاگ کر لودھیانے میں رہنے لگا اور رنجیت سنگھ اور انگریزوں کی حمایت مانگ کر کابل کی امیری پر بحال ہونے کی فکریں کرنے لگے۔

۱۸۳۶ء میں آکلینڈ نے دوست محمد سے اتحاد پیدا کرنے کو اور روسی ایلچیوں کی کارروائی فضول کرنے کے لئے اوس کے پاس اپنا ایلچی روانہ کیا۔ دوست محمد نے کہا کہ رنجیت سنگھ سے مجھے پیشاور واپس دلوا دیجئے تو آپ کا وفادار دوست بننے کو حاضر ہوں۔ رنجیت سنگھ انگریزوں سے موافق بیشک تھے مگر آکلینڈ نے راجہ سے یہ بات نہ کہی دوست محمد

انگریزوں کے دل میں حسد پیدا کرنے کو روسی سفیر کی بہت خاطرداری کرنے لگا۔
آکلینڈ نے یہ خبر سُنکر چاہا کہ افغانستان میں روسی زور گھٹائیں اور اپنا زور بڑھائیں
یہ دوست محمدؐ کے رہنے تک دشوار تھا اسلئے شاہ شجاع کہ انگریزوں سے موافق
تھا امیر بنانے اور دوست محمدؐ کے ہٹانے کا بندوبست ہونے لگا۔ رنجیت سنگھ
اس بات میں شریک تھا مگر افغانوں پر حملہ آور انگریزی فوج کو اپنے مُلک کے
اندر سے راستہ نہ دیا۔ انگریزوں کو دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوا اور سندھ کے پاس
بولن گھاٹی میں چھاؤنی بنانا پڑا۔ مگر سندھ مُلک اپنے اختیار میں نہ تھا اس سے
اچھا انتظام نہ ہو سکا اور خاص انگریزی شہر کلکتہ بمبئی وغیرہ یہاں سے دور بھی
تھے اس سے بھی مشکلیں پڑ گئیں۔

افغانستان سے لڑائی۔ بیس ہزار فوج نے افغانستان پہونچکر قندھار
فتح کرلیا اور غزنی لینے کو بڑھی مگر افسر فوج نے سُنا تھا کہ غزنی لینے میں مشکل
نہ پڑیگی اسلئے بڑی بڑی توپیں پیچھے ہی چھوڑ دیں مگر غزنی کے پاس جاکر دیکھا
کہ بہت بڑا قلعہ نمودار ہے۔ تردد پیدا ہوا مگر بارود سے قلعہ کا ایک حصّہ
اُڑا دیا اور ۱۸۳۹ء میں غزنی فتح کرلیا۔ یہ خبر سُنکر دوست محمدؐ کابل سے بھاگا اور انگریزی فوج نے
کابل بھی دخل کرلیا اور ۱۸۳۹ء میں شاہ شجاع امیر کی مسند پر رونق افروز ہوا۔
کاروبار حکومت بالکل میکناٹن صاحب کرنے لگا۔ شجاع فقط مسند کو آرائش
دینے لگا۔ کچھہ دنوں بعد دوست محمدؐ گرفتار ہوکر کلکتہ بھیج دیا گیا۔ شجاع کابلیوں کا
دل ہاتھہ میں نہ لے سکا جب اونھوں نے دیکھا کہ شجاع نے بالکل مُلک

انگریزوں کے اختیار میں کر دیا تو بہت افروختہ ہوئے۔ ادھر سرکار انگریزی نے لڑائی تمام ہونے پر فوج کا بہت سا حصہ افغانستان سے ہٹا لیا تھا۔ کابلی لوگ باغی ہوگئے اکبر خان نے دوست محمدؐ کے بیٹے کو اپنا سرغنہ بنالیا۔ میکناٹن صاحب اور بڑے بڑے درجے کے انگریزوں کو مار ڈالا۔ رسد اور لڑائی کے سامان لوٹ لئے مجبور ہو کر انگریزوں نے اس وعدے پر صلح کر لی کہ ہم کابل چھوڑ دینگے۔ انگریز لوگ تو صلحنامے کے مطابق اسباب سفر کرکے افغانستان سے ہندوستان کی طرف چلے اور ان عہد شکنوں نے انکو ستانا شروع کیا۔ جسکو پایا اوس کو مار ڈالا۔ اسباب لوٹ لیا۔

جب انگریز کابل کے درّہ خوردمیں داخل ہوئے تو داہنے بائیں دونوں طرف سے پہاڑ کے اوپر سے بڑے بڑے پتھر کے ڈھونکے ڈھلکانے لگے بندوقیں مارنے لگے۔ راستہ تنگ تھا دو طرف کے حملے تیسری طرف انگریزوں کے پیچھے سے افغانی فوج نے اونپر وار کرنے شروع کئے۔ انگریزوں نے دیکھا کہ جانبری کی کوئی شکل نہیں عقلمندوں کو جو ایسے وقت میں کرنا چاہیئے وہی کیا اپنی جگہ پر ٹھہر کر رہگئے یہانتک کہ دشمن نے جان لے لی۔ چار ہزار جنگی آدمی اور بارہ ہزار خادمان فوج سب کے سب مر گئے۔ فقط ایک ڈاکٹر برائڈن زندہ لوٹے۔ یہ قیامت خیز خبر سنکر لارڈ آکلینڈ استعفا دیکر وطن کو روانہ ہوگئے۔

لارڈ ایلن براسنہ ۱۸۴۲ء سے سنہ ۱۸۴۴ء۔ لارڈ ایلن براگورنر جنرل ہوکر

کلکتہ میں آئے۔ افغانوں نے فوجی افسر سیل کو جلال آباد اور جنرل ناٹ کو قندھار میں گھیر لیا اور غزنی پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان لارڈ صاحب کی رائے یہی تھی کہ جو کچھ ہو لڑائی کو ختم کرنا چاہیئے۔ مگر سیل اور ناٹ کو گھیرے سے نکالنا ضرور تھا۔ اس لئے جنرل پولک کو بھیجا انھوں نے کابل اور جلال آباد فتح کر لیا۔ ناٹ بھی دشمنوں کو زیر کرتے کابل میں آ گئے۔ دونوں نے ملکر انگریز قیدیوں کو چھڑایا اور کابل کا بازار اڑ دیا اور ہندوستان چلے آئے۔ افغانوں نے شاہ شجاع کو مار ڈالا۔ فوج کے پھر آتے ہی لارڈ صاحب نے دوست محمدؐ کو آزاد کر دیا وہ جا کر امیر کابل بن گئے (سنہ ۱۸۴۲ء)

فتح سندھ سنہ ۱۸۴۳ء۔ افغانستان کی لڑائی کے بکھیڑوں میں انگریزوں کو سندھ میں چھاؤنی بنانا پڑا تھا اسلئے آکلینڈ نے سندھ کو کمپنی کی ریاست میں ایک طور سے لے ہی لیا تھا اب یہ خیال ہوا کہ دریائے سندھ بھی انگریزی ریاست میں شامل ہو جائے تو تجارت کے فائدے بہت نکلیں گے اور اور سرحد مغربی مضبوط رکھنے کو بھی سندھ کا ہاتھ میں آنا مناسب سمجھا گیا۔ اسوقت سندھ کئی ریاستوں میں تقسیم تھا اور بیرونی امیر حکومت کرتے تھے۔ پس سر چارلس نیپیر سندھ فتح کرنے کے لئے مقرر ہو کر بھیجے گئے۔ نیپیر نے امیروں کو لڑائی پر مجبور کر دیا وہ امیر مغلوب ہو گئے اور سندھ کمپنی کی عملداری میں شامل ہو گیا جب سندھ تسخیر ہو گیا تو برہما کے ننا سرم سے سندھ تک ساحل بحری کے مالک انگریز ہو گئے اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہندوستانی ریاستوں میں اور بیرونی حکومتوں میں آمد و رفت

رہنے نہ پائی اور بیرونی خطروں سے ساحل بحری کی حفاظت انگریزی جنگی جہازونکا کام ہوگیا۔

گوالیار کی ابتری ۔ دولت راؤ سندھیا کی اولاد نہ تھی اسلئے انھوں نے جنک جی کو متبنٰی کیا جنک جی کے انتقال کے بعد (۱۸۴۳ء) گوالیار راج میں خرابی پڑگئی ادھر رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد پنجاب میں بے ترتیبی ہونے لگی وہاں کے فوج کی بھی یہی حالت ہوئی۔ لارڈ صاحب نے سوچا کہ پہلے گوالیار کی فوج کو زیر کرنا لازم ہے۔ ایسا نہو کہ سکھوں سے ملکر کمپنی کی ریاست کو ضرر پہنچائے اس لئے دو انگریزی پلٹنوں نے گوالیار پر حملہ کیا اور ۱۸۴۳ء میں دو لڑائیوں میں شکست دیا (مہاراجپور اور پنیار) گوالیار کی فوج کم کردی گئی اور اوس ریاست میں ایک انگریزی رزیڈنٹ نابالغ سندھیا کا ولی بنا۔ اس لڑائی کا فائدہ ایک یہ نکلا کہ سکھوں کی لڑائی میں فوج گوالیار کی نگرانی نہ کرنی ہوئی۔ ۱۸۴۴ء میں لارڈ النبرا یہاں سے رخصت ہوئے اور لارڈ ہارڈنج گورنر جنرل کے عہدے پر مامور ہوئے۔

خلاصہ

۱۸۳۶ء ...... لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل ہوئے

۱۸۳۷ء ...... ملکہ معظمہ وکٹوریہ تخت نشین ہوئیں

۱۸۳۹ء رنجیت سنگھ فوت ہوئے۔ اور کابل وغیرہ مفتوح ہوئے

۱۸۴۰ء افغانستان میں بلوہ

سنہ ۱۸۴۲ء ..... انگریزوں کی ہار۔ لارڈ الن برا گورنر جنرل ہوئے۔ کابل و جلال آباد ے لئے گئے
سنہ ۱۸۴۳ء ..... سندھ فتح ہوا۔ اور گوالیار سے جنگ ہوئی۔

(۱۵) لارڈ ہارڈنج اول سنہ ۱۸۴۴ء سے سنہ ۱۸۴۸ء

تھوڑا عرصہ ہوا کہ ہمارے وائسرائے لارڈ ہارڈنج یہاں رہ گئے ہیں۔ لارڈ ہارڈنج اول انکے دادا تھے۔

اصلاحیں۔ یہ گورنر جنرل صاحب آتے ہی سکھوں کے بکھیڑے میں پڑ گئے۔ اسی میں انکو ہمیشہ مصروف رہنا پڑا۔ تاہم جتنی فرصت ملتی تھی اسی میں انھوں نے کئی باتوں کی درستگی کی۔ انکے سبب سے بنگال میں تخمیناً ننو اسکول قائم ہوئے۔ مغربی و شمالی اضلاع میں روڑکی انجینیرنگ کالج کی بنیاد پڑی دریائے گنگ کی نہر بننے لگی اور زمین کے کام میں بھی انھوں نے ترقی پیدا کی۔

سنہ ۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ مر گئے انکی فوج تعداد میں بہت زیادہ اور قوت میں بڑے درجے پر تھی۔ رنجیت سنگھ اپنی فوج میں سکون رکھنے کے لئے ادسے حرب و جدال کے شغل میں مصروف رکھتا تھا لیکن اوس کی رحلت کے بعد فوج خود رائے ہو گئی۔ کوئی اوس کا مزاحم کار بھی نہ تھا۔ دربار مجبور ہو گیا تھا کہ اون کی مرضی کے مطابق سب بات کرے۔ دربار کی حالت بھی خراب ہو رہی تھی۔ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد چھ سال کی

مدت میں کم سے کم تین راجہ مسند پر بیٹھے اور مار ڈالے گئے۔ آخر فوجی لوگوں نے رنجیت سنگھ کے ایک نابالغ لڑکے دلیپ سنگھ کو راجہ بنایا۔ اوس کی ماں اوسکی طرف سے انتظام ریاست کرتی تھی۔ رنجیت سنگھ کی زندگی تک سکھوں اور انگریزوں میں اتفاق تھا۔ ۱۸۰۹ء کے صلحنامے کے مطابق دریائے ستلج سکھوں کی مشرقی سرحد تھی اور اوسے دریا کے بائیں کنارے سے کمپنی کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ رنجیت سنگھ نے نہایت امانت و دیانت کے ساتھ عمر بھر اس صلحنامے کو ملحوظ رکھا اس نامور راجہ کے بعد اس عہد پر کسی کو لحاظ نہ رہا۔

سکھوں کے ساتھ جنگ اول ۱۸۴۵ء سے ۱۸۴۶ء تک۔ لاہور دربار نے جب دیکھا کہ فوج کا اقتدار حد سے زیادہ ہوگیا ہے تو انھوں نے چاہا کہ اوس کا مقابلہ انگریزوں سے ہو جائے۔ اوس سے کہا گیا کہ دلّی کو خوب تاخت و تاراج کرو۔ لالچ میں پڑکر سکھ ایسر مستعد ہو گئے۔ دسمبر ۱۸۴۵ء میں تقریباً پچاس ساٹھ ہزار سکھ سپاہی ستلج اُتر کر انگریزی ریاست میں حملہ آور ہوئے۔ مجبور ہو کر لارڈ ہارڈنج کو اون سے لڑنا پڑا۔

واقعات۔ فیروزشاہ ایک مقام ہے وہاں انگریزوں کی ایک چھاؤنی تھی۔ سالار فوج نے یہاں فوج کا بڑا حصّہ چھوڑا۔ اور دکھن کو روانہ ہوا۔ انگریزوں کے کمانڈر سر ہیو گف اوسی راستے سے آنکلے۔ ۱۸۴۵ء میں پہلی لڑائی مُدکی میں ہوئی۔ سکھوں نے شکست کھائی۔ لیکن انگریزوں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ پھر خود لارڈ ہارڈنج کمانڈر بنکر جنگ میں شریک ہوئے۔

تین دن بعد انگریزوں نے فیروزشاہ میں سکھوں کا مقابلہ دوبارہ کیا تمام دن انگریز لڑے مگر سکھوں کو جگہہ سے ہٹانہ سکے یہانتک نوبت پہونچی کہ رات ہوگئی تب لڑائی بند ہوئی۔ پھر بھی سکھ پس پا نہ ہوئے۔ رات کو باغی بنگئے اور اپنے سپہ سالار کا خیمہ لوٹ کر ستلج کے اوس پار چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو جو سکھ اس پار باقی تھے انھیں پر انگریز فتحیاب ہوئے۔ جنوری سنہ ۱۸۴۶ء میں سکھوں نے ستلج پار آکر پھر حملہ کیا لیکن انگریزوں نے الیوال کی لڑائی میں انکو ہرادیا۔ کچھ دنوں بعد سوبراؤں کی لڑائی میں پھر سکھوں کو شکست ہوئی بعد اس کے انگریزوں کی فوج نے ستلج کے پار جاکر میانمیر میں لشکر کا پڑاؤ ڈالدیا۔ اس حالت میں لاہور کے دربار نے صلح کرلی۔

صلح - اس صلح کے رُو سے ستلج اور بیاس کے درمیان کا دوآب کمپنی کی عملداری میں شامل ہوگیا۔ لاہور دربار کی فوج میں کمی کردی گئی۔ ڈیڑھ کروڑ لڑائی کا خرچ دینا پڑا۔ خزانے میں اتنا روپیہ نہ تھا اسلئے کشمیر گلاب سنگھ وزیر ریاست کے ہاتھ فروخت کیا گیا۔ یہ کشمیر کے راجہ ہوئے انکے ساتھ جدا ایک صلحنامہ لکھا گیا۔ مہاراجہ کشمیر انھیں کی اولاد میں ہیں۔ سرہنری لارنس رزیڈنٹ مقرر ہوئے۔ یہہ بھی طے ہوگیا کہ جب تک راجہ دلیپ سنگھ نابالغ ہیں تب تک لاہور دربار کو رزیڈنٹ کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ دربار کی مدد کے لئے ایک انگریزی امدادی فوج لاہور میں رکھدی گئی۔ پس پنجاب کی سکھ ریاست کی طاقت گھٹا کر سنہ ۱۸۴۸ء میں لارڈ ہارڈنج

گھر سدھارے۔ چلتے وقت لارڈ ڈلہوسی سے کہہ گئے کہ جہانتک میرا خیال ہے اب سات برس تک کسی سے لڑائی نہ چھڑے گی۔ مگر یہ خیال غلط نکلا۔

خلاصہ

سنہ ۱۸۴۴ء .... لارڈ ہارڈنج گورنر جنرل ہوئے
سنہ ۱۸۴۵ء .... سکھوں سے پہلی لڑائی
سنہ ۱۸۴۶ء .... لاہور کی صلح

(۱۶) لارڈ ڈلہوسی سنہ ۱۸۴۸ء سے سنہ ۱۸۵۶ء

لارڈ ڈلہوسی اسکاٹ لینڈ کے ایک شریف خاندان سے تھے چھتیس برس کی عمر میں یہاں کے گورنر جنرل ہوئے۔ لارڈ بینٹنک کی طرح اصلاح کیطرف خیال بھی تھا اور ہر محکمہ پر نگاہ توجہ تھی۔ جنگ پسند طبیعت نہ تھی لیکن لڑائیوں سے انکو بھی سابقہ پڑ گیا۔

سکھوں کی دوسری لڑائی سنہ ۱۸۴۸ء سے سنہ ۱۸۴۹ء۔ لارڈ صاحب کو آئے پورے چھ مہینے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ دوسری جنگ پنجاب کا آغاز ہو گیا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ پہلی لڑائی کے بعد کل پنجاب انگریزوں کے ماتحت آ گیا تھا۔ سکھوں کو آزادی جانے کا بڑا ملال تھا۔ سب کے سب کمربستہ ہو گئے کہ اپنی آزادی پھر حاصل کریں۔ ایسے وقت میں سخت جنگ کا

سامنا ہونا کیا بعید ہے۔ مول راج ملتان کا ضلعدار تھا۔ اوسے لاہور دربار سے کوئی زبردستی کا تعلق نہ تھا۔ لیکن اب رزیڈنٹ کے انتظام میں کوئی بے تعلق اور خودرائے کیونکر رہ سکتا ابھی تک وہ اپنے کو خودمختار حاکم سمجھتا تھا سب ماتحتوں سے حساب طلب ہوا۔ اسیطرح اوس سے بھی کہا گیا کہ اپنا بہی کھاتا لیکر آؤ اور اپنا حساب صاف کرو۔ اوس نے انکار کیا بلکہ ملازمت سے استعفا دیدیا۔ رزیڈنٹ نے دوسرے شخص کو اوسکی جگہہ مامور کیا اور اوس شخص کی حفاظت کے لیئے اور شہر پر اختیار جمانے کے لیئے دو انگریزی افسر مع ایک چھوٹی سی فوج کے رکھدیا۔ اصل بات یہ تھی کہ مولراج شہر چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ اسلئے اوس نے سازش کرکے دونوں انگریزوں کو مار ڈالا اور ۱۸۴۸ء میں تمام لوگوں کو انگریزوں سے انحراف کرنے کی تحریک کرنے لگا۔ لاہور دربار میں کچھہ دن پہلے ہی سے انگریزوں کے برخلاف سرگوشیاں ہورہی تھیں رزیڈنٹ نے اکثر نافرمانبردار سرداروں کو اور سپاہیوں کو ملک سے نکال دیا تھا۔

واقعات۔ ملتان میں فساد ہوتے ہی تمام پنجاب میں غیر امنی پھیل گئی چاروں طرف کے بڑے بڑے سکھہ سردار برطرف کردیئے گئے یہ سردار اپنی فوج میں لوگوں کو بھرتی کرنے لگے اور لاہور دربار نے بھی انکی مدد ہر طرح کی۔ سب کو دل سے لگی ہوئی تھی کہ انگریزوں کو یہاں سے باہر کردیں۔ کابل والوں کو یہ امید ہوئی کہ انگریزوں کے مقابلے میں ہم سکھوں کی مدد کرینگے تو

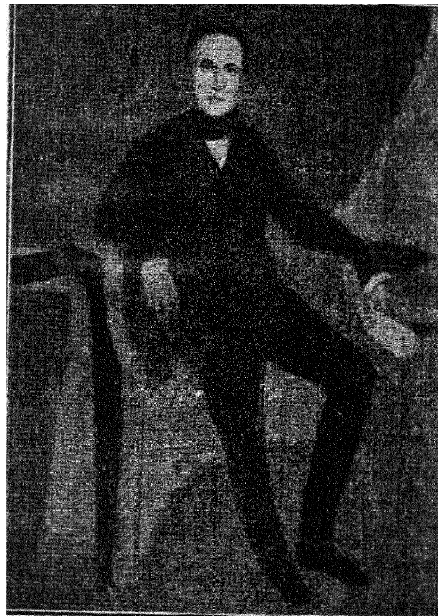
پیشاور ہم کو پھر ملجائے گا اسلئے وہ بھی اس لڑائی میں پنجاب والوں کے شریک ہو گئے۔ ادھر لارڈ صاحب نے بھی مقابلے کا ساز و سامان مہیا کر لیا۔ لارڈ گف پھر کمانڈر کے اعلیٰ عہدے پر رونق افروز ہوئے۔ بیس[۲] ہزار سپاہی نشو توپیں لیکر آمادہ کارزار ہوئے۔ بمبئی سے ایک بڑی زبردست فوج اوس کے علاوہ روانہ ہوئی۔ لارڈ صاحب انتظام جنگ کے لئے خود مغربی سرحد پر آئے۔

ابتدا میں مولراج نے بہت تہلکہ ڈالدیا مگر آخر میں بالکل مضمحل ہو کر اور شکست کھا کر ملتان کے قلعے میں گوشہ گیر ہوا (۱۸۴۷ء) وہ دس مہینے تک قلعے میں بڑی انتظام کے ساتھ کامل حفاظت میں بیٹھا رہا۔ کوئی صورت غنیم کو قلعہ لینے کی بن نہ پڑی لیکن آخر کار ۱۸۴۸ء قلعہ انگریزوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ ڈلہوسی صاحب نے اسے پنجاب سے نکال دیا۔ گف نے سکھوں کو کئی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں ہرا کر ۱۸۴۹ء میں جلیانوالہ کے مقام پر سکھوں کی بڑی بھاری فوج کا مقابلہ کیا۔ سکھ لوگ بڑی سرگرمی سے جان دینے پر آمادہ ہو رہے تھے اپنی آزادی قائم رکھنا اور اپنے قوم کی آبرو بچانا انکو منظور تھا۔ میدان جنگ میں موقع کی جگہہ پر ان کا لشکر پہلے روز بڑے زور شور سے لڑا۔ انگریزوں کی کئی توپیں چھین لیں اور بہت زیادہ انگریزی سپاہی مارے گئے۔ رات ہوئی تو لڑائی موقوف ہوئی صبح کو سکھ اپنی جگہہ چھوڑکر پورب کی طرف چلے گئے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ صورت



(Chap. 14.)

Ranjit Singh.



(Chap. 16.)

Lord Dalhousie.

پنشن آئی کہ ملتان انگریزوں نے فتح کر لیا اور دربار کی بالکل فوج آگے گھٹ کیساتھ ملگئی۔

مہینے بھر کے بعد گجرات کی لڑائی میں گھٹ سے قدم جما یا۔ برابر نو گھنٹے تک لڑنے کے بعد سکھ فوج ہار کر بھاگنے لگی۔ انگریزوں نے پلٹیا در تک تعاقب کیا کتنوں کو مار ڈالا۔ سکھوں کا سامان جنگ انگریزوں نے بالکل چھین لیا اور سکھوں کی طاقت بالکل جاتی رہی اور ہمت پست ہو گئی۔

نتیجہ۔ اب تمام ملک پنجاب میں ملا لیا گیا۔ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کی پنشن ہو گئی۔ انگریزوں نے صوبہ جدید کا انتظام بہت شدید اور عقل و دانش کے ساتھ کیا۔ ایک بورڈ کے ماتحت یہ صوبہ کیا گیا۔ بورڈ گورنر جنرل کی صلاح لیکر ہر امر انجام دیتا تھا۔ بیرونی حملوں سے حفاظت کے لئے مغربی سرحد پر کئی قلعے بنائے گئے اور فوج کی چھاؤنی بھی وہاں قائم کر دی۔ خونریزی کے بچانے کے لئے لوگوں سے ہر بے لے لئے گئے۔ کل قطعہ زمین میں کئی ضلع بنائے گئے سڑکیں بنیں۔ گاؤں میں تعلیمی مکتب کھولے گئے۔ کسانوں کے ساتھ نیا بند و بست کیا گیا۔ بہادر جانباز سکھ پلٹنی کی فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ پنجاب کا بند و بست ڈلہوسی نے بہت پختہ اور بہت معقول کیا۔

برہما کی دوسری لڑائی سنہ ۱۸۵۲ء پہلی لڑائی کے بعد انگریز سوداگر برہما میں اپنا کاروبار جاری رکھنے لگے۔ راجہ نے انھیں بیگناہوں کو ستانا شروع کر دیا۔ اِن کا مال لوٹ لیا جاتا تھا اور وہ قید کئے جاتے تھے۔ بہت زچ ہو کر

انھوں نے لارڈ صاحب سے اپنی مصیبت عرض کی۔ انھوں نے ایک سفیر راجہ کے پاس بھیجا کہ اس حرکت سے باز آئے اوس نے ایلچی کی تذلیل کی پس دوسری جنگ برہما ۱۸۵۲ء میں چھڑ گئی۔

انگریزوں نے جنگی جہازوں کے زور سے رنگون پر قبضہ کرلیا پھر لبین اور پروم بھی لے لیا۔ آخر ڈلہوسی صاحب نے پیگو کمپنی کی ریاست میں شامل کرلیا۔ اس لڑائی کا فائدہ یہ نکلا کہ چاٹگاؤں سے سنگاپور تک بحری ساحل انگریزوں کے دخل میں آگیا۔ راجہ کی عملداری کے قریب قریب انگریزی ریاستیں قایم ہوگئیں اس بات کا بالکل خطرہ نہ رہا کہ کسی بیرونی ریاست سے راجہ کچھ سازشیں پیدا کرسکے گا۔

سند ۱۸۵۳ء - آخری سند ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۱۸۵۳ء میں ملی۔ اسکے مضمون کے مطابق بنگال کے لئے لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے ابتک انکا کام گورنر جنرل کو انجام دینا پڑتا تھا۔ یہ بات بھی طے ہوگئی کہ جلیل عہدوں کے لئے انگریزوں کو سول سروس کا امتحان پاس کرنا ہوگا۔ ابھی تک ڈائرکٹر لوگ اپنے رشتہ داروں کو اچھی اچھی نوکریاں دیکر یہاں بھیجتے تھے۔ یہ بھی قرار پایا کہ پارلیمنٹ جب چاہے ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکست کردے۔

ہندوستانی ریاستوں کیساتھ ڈلہوسی کا سلوک - ولسلی کی طرح ڈلہوسی کو بھی یقین کامل تھا کہ ہندوستانی ریاستوں کی بہ نسبت انگریزی عملداری میں رعایا کو زیادہ امن و آسایش ہے۔ کیونکہ انتظام انگریزی میں استقلال ہے۔ گذشتہ

حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بانی ریاست کیسا ہی ہوشیار اور بیدار مغز ہوتا تھا لیکن زیادہ تر اوسکی اولاد ناقابل نکلتی تھی۔ شیر شاہ اور اوسکے نسل کے لوگ۔ شواجی اور اوس کے بیٹے شمبھوجی اسکی مثالیں ہیں۔ اس حالت میں کوئی قابل اوس ناقابل کو ہٹاکر اپنا عہد قایم کرلیتا تھا۔ اور یہ جب اپنی زندگی تک کاروبار عقل و شعور کے ساتھ کر چکتا تھا۔ تو پھر کسی ناقابل کا ظہور ہوتا تھا۔ اسکی تبدیلی پھر کوئی لایق و فایق شخص کرتا تھا۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہتا تھا اور اس سے خرابیاں پیدا ہوا کرتی تھیں۔

لیکن جب سے انگریز یہاں ریاستوں کے مختار مانے گئے یہ بات موقوف ہوگئی۔ کوئی قابل ناقابل کو ہٹاکر خود راجہ نہیں بن سکتا۔ جب دوستانہ مددگاری کے سبب راجاؤں کو جنگ و جدال سے فراغت حاصل ہوگئی۔ تب وہ رعیّت پر اور زیادہ ظلم و ستم کرنے لگے اور اون کا بیٹا یا متبنّیٰ بھی انھیں کی پیروی کرنے لگا اس صورت میں انگریزی انتظام پر الزام آیا کہ رعایا کی حالت سے بے توجہی کرکے راجاؤں کے حق پر زیادہ خیال ہے۔ یہ دیکھکر لارڈ ڈلہوسی نے ایک نیا قاعدہ ایجاد کیا۔

اوسکے رُو سے جب کوئی راجہ مرجاتا تھا تو اوسکی ریاست کمپنی کی طرف سے ضبط ہوجاتی تھی۔ تاکہ رعیّت ظلم سے محفوظ رہے اور ضرور تھا کہ بے اولاد راجہ کو کسی نابالغ کے متبنّیٰ بنانے کی اجازت نہ ملے۔ ڈلہوسی نے قاعدے کے عمل درآمد سے ستارا کے راجہ کا راج جو شیواجی کی اولاد میں تھا اوس کے

مرنے کے بعد ضبط کر لیا (۱۸۴۸ء)۔ سمبھل پور اور جھانسی کی بھی یہی کیفیت ہوئی
۱۸۵۳ء میں ناگپور کے بھونسلے جب مر گئے تو اون کی رانی کو متبنیٰ بنانے کی
مخالفت ہوئی اور وہ راج بھی کمپنی کی ریاست میں ملا لیا گیا۔ اس راج کے
ملجانے سے بمبئی اور کلکتہ کے درمیان آمد و رفت میں کوئی مشکل نہ رہی اسی قاعدے
کے اثر سے نواب کرناٹک اور پیشوا جو بٹھور میں رہتے تھے جب مر گئے تو
اون دونوں میں کسی کی پنشن دوسرے پر نہ لگی۔ نظام حیدر آباد پر سرکار انگریزی
کا قرض بڑھ گیا اسلئے نظام نے انگریزوں کو برار اور کئی مقام دیدیئے۔ برار
ملنے سے انگریزوں کو روئی ہاتھ آئی۔

ریاست کمپنی میں اودھ کا مشمول ۱۸۵۶ء اودھ میں بہت دنوں
سے بد انتظامی تھی۔ انگریزی رزیڈنٹ دربار اودھ میں موجود تھا۔ لیکن تب بھی
انتظام درست نہ تھا۔ لارڈ صاحب نے والئے ملک کو بہت فہمایش کی مگر
بے سود ہوئی۔ آخر ریاست اودھ ۱۸۵۶ء میں کمپنی کی قلمرو میں شامل کر لی گئی
وہاں کے اسوقت واجد علی شاہ نواب تھے۔ انکی پنشن کر دیگئی۔

ضبطی قاعدے کی بُرائیاں۔ ضبطی قاعدے کا نتیجہ آخر میں کمپنی کے
لئے اچھا نہ نکلا جس راجہ کے مرنے کے بعد اوس کا راج ضبط ہو گیا اوس کے
قبائل اور لواحق کی وقعت اور عظمت میں فرق آگیا۔ قرابت مندیوں کی کوئی
خاص شان و شوکت نہ رہی ۱۸۵۷ء کے غدر میں انھوں نے انگریزوں کیساتھ
نہایت بے رحمی دکھائی۔ آخر کار غدر کے بعد سرکار برطانیہ نے ضبطی قاعدے کو

منسوخ کردیا۔

ملک کی بہتری۔ لارڈ ڈلہوسی نے فقط لڑائیاں لڑنے اور کمپنی کی ریاست بڑھانے میں اوقات صرف نہیں کی بلکہ بندگان خدا کی بہتری اور آسایش کے لئے بہت محنت اور کوشش کی سرکاری کاروبار درستی سے کیا جائے اسلئے دفتر میں بہت سی تبدیلیاں کر دیں۔ سڑک کی درستی سرکاری مکانوں کی تعمیر اور حفاظت ایسے ایسے کاموں کے لئے پبلک ورکس اور پالیمنٹ قایم کیا۔ یہ محکمہ سب سے جدا اور مخصوص ہوگیا۔ کلکتے سے پشاور تک ایک نئی سڑک بنوائی اور بہت سی ندیوں پر پل تیار کئے گئے اور ایک سڑک مشرقی بنگال سے گذرتی ہوئی برہما تک بنوائی۔ تار برقی لگائی کہ ہر طرف کی خبریں بہت ہی جلد پہونچ جائیں۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں بمبئی سے تھانا تک ریل کی سڑک قایم کی اور دوسرے سال کلکتے سے رانی گنج کے کوئلے کی کھان تک ریلوے لائن بنا دیگئی۔ ہزاروں میل زمین کی پیمائش ہوئی نئی نئی نہریں پیاسی زمین کو سیراب کرنے لگیں۔ گوداوری اور باری دوآب کی نہریں شہرۂ آفاق ہو رہی ہیں۔

پہلے محتاج لوگوں کو خط بھیجنا گیا تھا کہ ایک وبال جان تھا۔ جتنی دُور تک جائیگا اُتنا ہی زیادہ محصول ہوگا۔ لارڈ صاحب نے ڈاک کا محکمہ قایم کیا کتنی ہی دُور ہو یا نزدیک ہر ایک خط آدھ آنے کے ٹکٹ میں پہونچ سکتا ہے۔ ڈلہوسی نے تعلیم کی اشاعت میں بھی کمی نہیں کی۔ سر چارلس اُوڈ نے سنہ ۱۸۵۴ء میں ہندوستانیوں کی تعلیم کے لئے ایک سرکاری تحریر بھیجی۔ ڈلہوسی صاحب نے

اسکو تسلیم کیا اور اوسی کی ہدایت سے موافق تعلیم کی تدریج میں کوششیں کرنے لگے۔ اس تحریر کے مطابق ہندوستانی زبانوں میں تعلیم خاص و عام کے لیئے ہونی چاہیے تھی اس سررشتے کا دوسرا زینہ یہ تھا کہ انگریزی زبان سے رعیت ناواقف نہ رہے۔ اسکول۔ کالج۔ یونیورسٹیاں سب کے جاری کرنے کے لیئے عمدہ عمدہ تدبیریں کی گئیں اور بہت سے کام اون کے متعلق چل نکلے سرکار سے ہر مدرسے کو اوسکی حیثیت سے موافق زر امدادی ملنے لگا۔ اور انتظام تعلیم کی جانچ کے لیئے انسپکٹر۔ ڈائرکٹر۔ اور اس قسم کے اہلکار مقرر کیئے گئے۔ پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر کی تحریک سے بیواؤں کی شادی کرنے کا قانون جاری کیا گیا۔ ڈلہوسی صاحب کا نام اسی صفت سے بہت مشہور ہوا کہ ہندوستانیونکی بہتری کے لیئے اونہوں نے بہت باتیں نکالیں۔

ڈلہوسی کے کام۔ بیشک موجودہ ہندوستان کے بنانے والوں میں سے ایک ڈلہوسی بھی تھا۔ ڈلہوسی نے اپنے حسن انتظام سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ضبط کرکے وہاں کے باشندوں کو ایک جلیل القدر سرکار کے تابع کر دیا۔ انہیں تعلیم دینے کے مناسب وسیلے مہیا کر دیئے۔ ریل۔ تار۔ ڈاک۔ یہ ذریعے نکال دیئے کہ انکی مدد سے لوگ آمدورفت بڑھا کے یا خط کتابت کو زیادہ کرکے ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں۔ ڈلہوسی صاحب نے ہندوستان کے بیشمار قوموں کو ملا کر ایک عظیم الشان قوم بنا دینے کی بنیاد ڈالی بلکہ بنا بھی دیا۔ انکے قاعدوں اور انتظاموں کا یہ گہرا نتیجہ نکلا ہے کہ جس سے اس وقت کے لوگ بہت

فائدے اُٹھا رہے ہیں۔ ان دنوں انگریزی زبان کے وسیلے سے ہندوستان کے دُور دُور کے بھائیوں میں شناسائی پیدا ہو گئی ہے۔ سنہ ۱۸۵۶ء میں لارڈ صاحب اپنے گھر سدھارے اور وہاں چار برس کے بعد انتقال کیا۔

خلاصہ

سنہ ۱۸۴۸ء .... لارڈ ڈلہوسی گورنر جنرل
سنہ ۱۸۴۸ء .... سکھوں سے دوسری لڑائی
سنہ ۱۸۴۹ء .... پنجاب پر دخل
سنہ ۱۸۵۲ء .... برہما کی دوسری لڑائی
سنہ ۱۸۵۳ء ... سنہ ۱۸۵۶ء اصلاحیں اور انتظامات
سنہ ۱۸۵۶ء اودھ پر دخل

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ

(۱۷) ارل کیننگ سنہ ۱۸۵۶ء سے سنہ ۱۸۵۸ء

کیننگ کے والد انگلستان کے وزیر رہ چکے تھے اور یہ بھی ایک وقت میں پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ یہ بہت عالی دماغ شخص تھے ان کے وقت میں یہاں جو انگریز تھے اُن پر ایک ایسی آفت ناگہانی آپڑی کہ جس کی برداشت کرنے کو بڑے سنجیدہ اور ضابطہ مزاج کی ضرورت تھی۔ کیننگ بیشک بارگراں اُٹھانے کی لیاقت رکھتا تھا۔

ملک کی حالت ۔ انکے آنے کے ایک ہی سال بعد ملک میں سپاہ کا غدر ہوا جیسے ایک خوفناک طوفان آنے کے پہلے چاروں طرف سنّاٹا چھا جاتا ہے اسی طرح جب لارڈ کیننگ ہندوستان میں آئے تو ظاہرا بے فسادی اور سکوت تھا۔ لارڈ ڈلہوسی رعایا کو آرام پہونچانے کے لئے بہت سامان کر گئے تھے۔ تعلیم کے لئے مدرسے۔ آبپاشی اور اکثر کاموں کے لئے نہریں ۔ اسباب کو جابجا بھیجنے اور سفر کرنے کے لئے ریل ۔ خبریں ایک آن میں پہونچانے کے لئے تار برقی ۔ بیوہ عورتوں کو رنڈاپے کی مصیبتوں سے بچانے کے لئے بیوؤں کی شادی کرنے کا قانون سب تسلی و تسکین کے سامان مہیّا کر گئے تھے ۔ ریاستوں کو ضبط کر کے رعیّت کی تکلیف بھی دُور کر دی تھی ۔ اوسوقت عوام ریل ۔ تار مدرسے بیواؤں کی شادی اسکے فائدے نہیں سمجھتے تھے ۔ انکے خیال باطن اسی پر جم گئے ۔ کہ یہ سرکار انگریزی باتیں جاری کر کے ہمکو عیسائی بنایا چاہتی ہے ۔ ناخواندہ لوگوں میں سے ایسے ایسے شبہوں کی سرگوشیاں ہونے لگیں ۔ تھوڑے ہی دنوں میں کمپنی کی رعیّت بے صبر ہو گئی ۔ ایک بات اور تھی کہ عیسائی مذہب کے پادری اور رواج دینے والے بہت زور شور میں اپنے کام کو کر رہے تھے بُت پرستی کے خلاف ان عیسائی منادوں کی زبان سے بہت سخت و سُست باتیں عوام الناس کے ہجوم میں نکل آتی ہیں ۔ سرکار انگریزی انکو منع نہ کرتی تھی ۔ اس سے نافہم لوگ سمجھے کہ پادری خاص سرکار کے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور اوسکی فکر ہو رہی ہے کہ ہم لوگ اپنے باپ دادا‌ؤں کا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائیں ۔ یہ غلط خیال ایسے

دلنشین ہو گئے کہ جاہل بہت ہی گھبرائے۔

پہلے ذکر ہوا ہے کہ ڈلہوسی کے ضبطی قاعدے نے اچھا اثر پیدا نہ کیا۔ جھانسی کی رانی لچھمی بائی کو لارڈ صاحب موصوف نے متبنیٰ کرنے کی اجازت نہ دی۔ رانی کے دل میں عداوت پڑی ہوئی تھی آخری پیشوا کے متبنیٰ نانا صاحب کو مجازی باپ کی پنشن نہ ملی۔ نانا بھی بدلا لینے کا موقع ڈھونڈھنے لگا۔ بہادر شاہ دوم دلی میں برائے نام بادشاہ تھا۔ اونھوں نے دیکھا کہ میرے اختیارات رفتہ رفتہ گھٹتے ہی جاتے ہیں اور میری شان و شوکت کم ہوتی جاتی ہے انھوں نے بھی سرکار سے انحراف کا ارادہ کیا۔

اودھ کی ریاست چھن گئی اس سے وہاں کے تعلقہ داروں اور امیر مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ انکو مجبور ہو کر دنگہ اور فساد کرنے سے باز آنا پڑا۔ نئے بندوبست میں انکو زیادہ مالگذاری بھی دینی ہوئی اسلئے انگریزوں سے دل میں مخالف ہو کر پریشانی میں پڑ گئے۔ اودھ کی ریاست جب ضبط ہو چکی تو نواب اودھ کے پچاس ہزار سپاہی موقوف کر دیئے گئے۔ بیکار ہو کر یہ سپاہی ہر طرف ہنگامہ و غوغا کرتے تھے۔ مسلمانوں کا رُعب انگریزوں کی حکومت میں پہلے کیطرح نہ رہا اس لئے سرکار سے ناخوشی انکو بھی پیدا ہوئی۔ پس اودھ میں سب سے زیادہ بیدلی اور نارضامندی پھیلی تھی۔

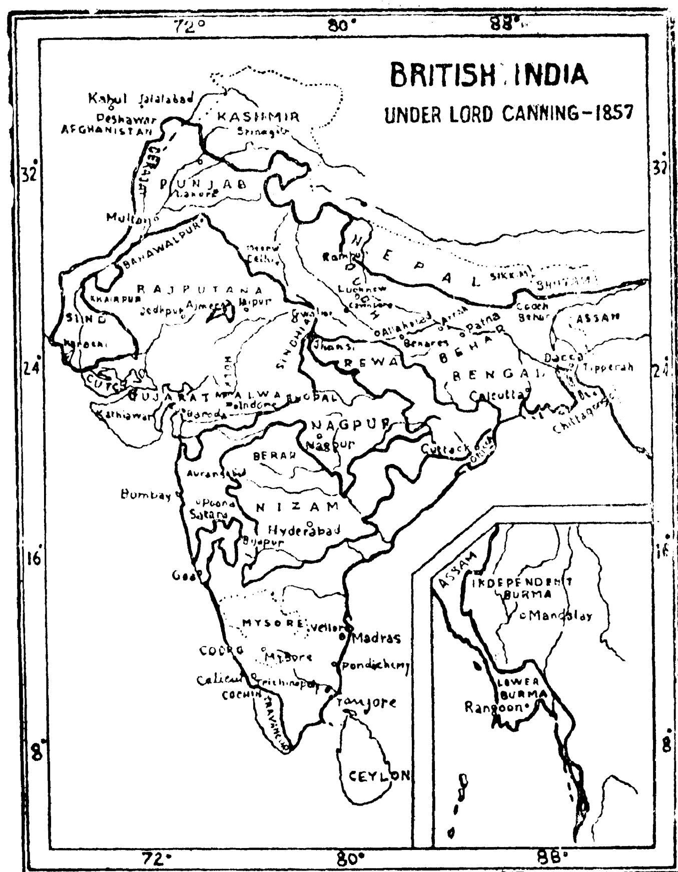
ایک طاقتور فرقہ ان دنوں اور بھی تھا کہ سرکار سے نا اُمید اور بیدل ہو رہا تھا وہ سرکار ہی کے ہندوستانی سپاہی تھے۔ زیادہ تعداد میں یہ لوگ برہمن اور

چھتری تھے - یہ اپنی ذات اور مذہب کے بڑے پابند تھے - سو سال تک جانفشانیاں اور صف آرائیاں کرکے ہر طرف کمپنی کی فتحمندی کا علم بلند کر دیا تھا انکو اس کا غرور تھا کہ کمپنی کا تسلط اس ملک میں ہم ہی نے قائم کیا ہے - لیکن بیش قرار تنخواہیں نہیں ملتی تھیں اور نہ انکی زیادہ عزت کیجاتی تھی - اسلئے ان دنوں کی انگریزی سرکار سے وہ بھی دل میں برافروختہ ہوگئے تھے - عام لوگوں سے ان سپاہیوں نے یہ بھی سُنا تھا کہ سرکار نے نئے قانون جاری کرکے ہم لوگوں کو عیسائی کرڈالنے کی کوششیں کررہی ہے - برہما کی دوسری لڑائی میں سمندر کے راستے سے جانے کو انکار کر دیا اور کہا کہ ہم سمندر کا سفر کرینگے تو ذات سے باہر ہو جائیں گے - ۱۸۵۶ء میں ایک قانون نکلا کہ ضرورت کے وقت سپاہیونکو سمندر کی راہ میں ضرور جانا ہوگا - انکو یقین ہوگیا کہ سرکار ہمارے دین اور ذات کا کچھ لحاظ نہیں کرتی -

ان وجہوں سے ان دنوں یہ سپاہی افسروں کا حکم نہ مانتے تھے اور قاعدے کے برخلاف چلتے تھے اوسی وقت یورپ میں سرکار انگریزی اور روس سے کریمیا میں لڑائی چھڑ گئی اور ایران اور چین سے جنگ کا سامان ہوگیا - ان ملکوں میں ہندوستان سے کئی انگریزی پلٹنیں بھیجی گئیں - اسوقت ہندوستانی سپاہی بہت تھے - شمار میں انگریزوں سے پچگنے ہوگئے تھے - ان دیسی پلٹنوں کے افسر بھی اچھے نہ تھے وہ سب نو آموز تھے - پُرانے افسر نئی فتح کی ہوئی اور ضبط کی ہوئی ریاستوں پر انتظام کے لیے بھیجدیئے گئے -

غدر کے سبب - پس جب ہندوستانی سپاہی سرکار انگریزی سے ناخوش تھے - ضبط کی ہوئی ریاستوں کے باشندے اور خاصکر اودھ والے ناخوش تھے فرضی بادشاہ - نانا صاحب - جھانسی کی رانی یہ سب سپاہیوں کو سرکار کے برخلاف تحریک دینے لگے - لوگوں نے یہ افواہ بھی پھیلا دیا تھا کہ انگریزوں کی حکومت اس ملک میں سو برس کے واسطے ہے اور ۱۸۵۷ء ان سو برسوں کا اخیر برس ہے سپاہیوں کو مستعد ہو جانے کے لئے دلی سے بارکپور تک اور گوالیار سے اودھ تک چپاتیاں اور کنول کے پھول بٹنے لگے - جب چاروں طرف بیزاری کی ہوا چل رہی تھی یکایک ۱۸۵۷ء کے جنوری مہینے میں سپاہیوں کو ایک نئے قسم کی بندوق ملی اس کے ٹوٹے سور اور گائے کی چربی سے چکنے کئے ہوئے لفافے میں بند رہتے تھے اور سپاہیوں کو ٹوٹے نکالنے کے لئے اوپر کا کاغذ دانت سے کاٹنا پڑتا تھا - ہندو مسلمان دونوں کو یہی خیال پیدا ہوا کہ ہم دونوں کے دین کی بربادی ہے - یہ سمجھکر خواہ مخواہ انھوں نے کاغذ کو دانت سے کاٹنے سے انکار کیا - کیونکہ یہ بات اون کے مذہب کے خلاف ہوتی تھی - دمدم اور بارکپور سے آبنائے تک ہندوستانی پلٹنوں نے ناخوشی ظاہر کی - اب ان پر سختی کیگئی وہ برملا بگڑ گئیں اور افسروں کے ساتھ گستاخیاں کرنے لگیں - مکانات جلانے شروع کر دئے - خود غرضوں نے اون کو ابھارا - شہروں کے بدمعاش بھی ان پلٹنوں کے ساتھ فتنہ انگریزی میں شامل ہو گئے - ۱۸۵۷ء میں غدر کے شعلے خاطر خواہ بھڑک اٹھے -

غدر کا پھیلنا - ۱۸۵۷ء کی مئی کے مہینے میں میرٹھ کی ہندوستانی
پلٹنیں علانیہ بغاوت پر کمربستہ ہو گئیں - قید خانے توڑ کر قیدیوں کو اپنے ساتھ
لے لیا اور میرٹھ کے انگریزوں کو جان سے مار ڈالا - اون کے بنگلوں کو پھونک
دیا - اور ایک جتھہ بنا کر دلّی پہونچے - دلّی کے سپاہی بھی اوسی جتھہ میں مل گئے
دلّی کے انگریزوں کو بھی قتل کیا اور مسلمانوں سے ایکدل ہو کر بابر کی نسل کے
بہادر شاہ دوم کو اپنا بادشاہ بنایا - ہندوستانیوں کو ابتک دلّی کے پُرانے
بادشاہوں کا جاہ و جلال یاد تھا - اسوجہ سے باغیوں کا صدر مقام دلّی کا شہر
ہوا اور بہادر شاہ اون کے سب سے بڑے سردار ہوئے - بہت سے
انگریز مارے گئے اور قید بھی کرلئے گئے اون دنوں دلّی میں بہت ہی بڑا
بارود خانہ تھا - وہاں اکثر سامان جنگ موجود تھے - کپتان ولوبی نے اس میں
آگ لگا دی - آتش زنی سے دو ہزار سپاہی اُڑ گئے تاہم باغیوں نے انگریزوں کے
اختیار سے دلّی نکال لی لیکن انگریز ایک مختصر فوج کو لیکر دلّی گھیر کر پڑے رہے
(۸ جون) تین مہینے تک محاصرہ کئے رہے مگر شہر کو فتح نہ کر سکے یہانتک کہ
کپتان نکلسن ایک لشکر گراں لیکر پنجاب سے پہونچ گئے - ماہ ستمبر میں باغیوں کو
سر کر کے دلّی پر اپنا قبضہ کر لیا - پیرانہ سال بادشاہ گرفتار ہو گئے اور اون کے
شہزادے مار ڈالے گئے -
دیکھتے ہی دیکھتے بغاوت کی آگ چاروں طرف پھیل گئی اور ہر چھاؤنی
کے سپاہی باغی ہو گئے - ان کا عام دستور تھا کہ پہلے افسروں کا خون



(*Pt. III Chap. 15.*)

کرتے تھے پھر قید خانہ توڑکر قیدیوں کو ہمراہی بناتے تھے پھر شہر کے انگریزوں اور عیسائیوں کی جان مارتے تھے۔ انکے گھر جلاتے تھے اور خزانہ لُوٹ کر وہاں سے ایک جتھہ باندھے ہوئے کسی باغی سردار کے لشکر میں پہونچکر اوس کے تابع فرمان ہوجاتے تھے۔ دلّی کے بادشاہ۔ جھانسی کی رانی۔ اودھ کی بیگم۔ کانپور کے نانا صاحب۔ ممالک متوسط کے تانتیا توپے بھی باغیوں کے سرغنہ تھے مگر اوس زمانے میں ایسے دُور اندیش بھی تھے کہ سرکار انگریزی کی خوبیاں اور اوس کے فائدے دلنشین کئے ہوئے تھے۔ اوس کے قایم کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ اِن عاقبت اندیش نیک مردوں نے بڑی مستعدی اور جانفشانی کے ساتھ سرکار کی مدد کی۔ ان میں اول درجہ سکھوں کا تھا۔ یہ لوگ خود فوج سرکاری میں خدمت کو حاضر ہوئے اور بڑی جرّاری کے ساتھ باغیوں کا سامنا کیا۔ نیپال کے وزیر جنگ بہادر اور حیدرآباد کے مدارالمہام سرسالار جنگ نے سرکار انگریزی کی بہت امداد کی۔ یہ جواڑے بھی سرکار کے شریک حال رہے اوس وقت کی کیفیت سے یہ ثابت ہوگیا کہ سرکار انگریزی کے سلطنت کی بنیاد فقط ہندوستان کی زمین پر نہیں بلکہ یہاں کے لوگوں کے دل میں خوب قایم ہوگئی تھی۔ سب کچھ مسلم مگر غدر کی جہاں سوز آگ میں ابھی شعلے ہی بھڑکتے رہے اور جابجا بیشمار اور بے حساب چنگاریاں اُڑ اُڑکر امنیت کے کھلیان کو پھونکتی رہیں۔

شہر لکھنو اور صوبہ اودھ کا حال۔ اودھ میں غدر کا بہت زور شور ہوا

اسکی کئی وجہیں تھیں ابتدا میں ذکر ہوا بھی ہے کہ یہاں کے ہر آدمی امیر یا غریب سب اس میں شریک ہوئے تعلقہ دار لوگ اپنے اپنے قلعوں میں خود مختار بن بیٹھے اور غارتگری اور مردم آزاری کا ہاتھ دراز کیا۔ لکھنؤ ان کا صدر مقام تھا۔ وہاں شاہ اودھ کی بیگم اون کی افسر اعلیٰ بنی تھیں اور باغی انھیں کی سرداری میں فتنہ و فساد اوٹھا رہے تھے سر ہنری لارنس وہاں کے چیف کمشنر تھے۔ اونھوں نے رعیت کی بدنیتی پہلے ہی خوب پہچان لی۔ اور تمام عیسائی اور انگریز باشندوں کو جمع کرکے رزیڈنسی میں پناہ کا مسکن بنایا۔ فوراً باغی سپاہیوں نے اوس کوٹھی میں اون کا محاصرہ کر لیا۔ تاہم پناہ گزینوں نے بڑی شجاعت اور ثابت قدمی سے تین مہینے تک پناہ کے مسکن پر ذرا آنچ نہ آنے دی۔ آخر جب انکی تعداد کم ہوگئی، تو ہیولوک اور آوٹرم صاحب نے کچھ فوج لڑ بھڑ کر اون کی مدد کو وہاں پہنچائی لیکن باغیوں کا تعدادی گروہ اتنا بڑا تھا کہ اوس نئی فوج کی امداد سے بھی کوئی فائدہ نہ نکلا اور نومبر تک لکھنؤ باغیوں ہی کی فتنہ انگیزیوں کا شکار بنا رہا اسکے بعد ۱۸۵۸ء میں سر کالن کیمبل نئے سالار فوج نے تین ہفتہ کامل جنگ و جدل کا بازار گرم رکھا اور تب لکھنؤ کو فتح کرکے اپنے سایہ حمایت میں لے لیا۔ اس فتحمندی کے ہونے سے اودھ کا بلوہ کسیقدر فرو ہوگیا۔

کانپور کا حال۔ کانپور میں آخری پیشوا باجی راؤ کا متبنّیٰ نانا صاحب قصبہ بیٹھور سے آکر اپنی فتنہ انگیزیاں دکھا رہا تھا۔ اوس کی پنشن بند ہوگئی تھی

اسلئے انگریزوں سے جلا ہوا تھا اب موقع پاکر بڑی سنگدلی سے اپنا بدلہ لے رہا تھا۔ جون کے شروع میں جب کانپور میں سپاہی بگڑے تو انگریزوں کا دوست بنکر یہ وہاں آیا۔ دلی مطلب اس کا اور ہی کچھ تھا۔ حسب عادت باغیوں نے یہاں بھی خزانہ لوٹ لیا اور قیدخانے کے قیدیوں کو چھڑا لیا۔ جب غول باندھکر دلی جانے لگے تو نانا نے اون کو بلاکر کہا کہ میں پیشوا بنتا ہوں تم میری رفاقت کرو۔ ساتویں جون کو بارود خانے پر باغیوں نے قبضہ کرلیا۔ پھر بارک پر چڑھائی کی یہاں انگریز پناہ لئے ہوئے تھے۔ اونہوں نے اُنتیس دن تک باغیوں کو روکا۔ رسد تمام ہوگئی تھی اس سے انگریزوں کو یہی بن پڑا کہ اپنے کو نانا صاحب کے ہاتھ میں دیدیں۔ لیکن نانا صاحب نے ان مردوں کو قتل کر ڈالا اور قریب ڈیڑھ سو عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ جولائی کے درمیان ہیولوک صاحب ایک فوج لیکر وہاں وارد ہوئے دو لڑائیاں لڑکر اونہوں نے باغیوں کو شکست دی۔ نانا صاحب کو اب فتحمندی بلکہ جانبری کی اُمید بھی جاتی رہی۔ انگریزو نکے بچوں اور عورتوں کو قتل کرکے ایک کنوئیں میں پھینکدیا اور آپ کسی طرف بھاگ گیا۔ اس واقعے کے یادگار میں سرکار نے اوس کنوئیں پر ایک عمارت بنوادی ہے۔ کانپور کا غدر اس واقعہ تک اور انگریزوں کی فتحمندی پر بھی تمام نہیں ہوا مفسدہ پرداز باغیوں سے سرکار کو ابھی اور مقابلہ کرنا پڑا۔ روہیلکھنڈ میں بھی غدر کا ہنگامہ بہت کچھ ہوا۔ وہاں باغیوں کی خاص جگہہ بریلی تھی۔ آخر سر کالن کیمبل نے ۱۸۵۸ء میں بریلی کو بھی پست کردیا۔

جھانسی کی رانی ۔ ممالک متوسط میں بھی غدر کا زور شور تھا۔ جب جھانسی کے راجہ گنگا دھر راؤ دنیا سے گذر گئے تو اون کی چھوٹی رانی نے چاہا کہ ایک لڑکے کو متبنیٰ کرے لیکن ڈلہوسی نے اجازت نہ دی اور ریاست کو ضبط کرلیا۔ رانی لچھمی بائی کے دل میں یہ کینہ رہ گیا اور موقع ڈھونڈھتی تھی ماہ جون کے شروع میں جھانسی کی فوج نے بلوہ کیا رانی لچھمی بائی اون کی سردار بنی۔ انگریز اوسوقت شمالی ہند کے بکھیڑوں میں اُلجھے ہوئے تھے یہاں رانی صاحبہ کو خوب موقع ملا آٹھ مہینے تک بڑے تزک و احتشام کے ساتھ راج کرتی رہیں۔ انجام یہ ہوا کہ ماہ اپریل ۱۸۵۸ء میں سر ہیوروز نے پندرہ دن تک لڑکر جھانسی کے راج کا قصہ چکا دیا۔ رانی نے راہ گریز اختیار کی اور کالپی جاکر نانا صاحب کے افسر تانتیا توپے کی شریک ہوگئیں۔ ان دونوں نے گوالیار لے لیا۔ راجہ سندھیا جان کے خطرے سے بھاگ گئے اور راجہ کی فوج باغیوں کی شریک ہوگئی۔ سر ہیوروز نے ماہ جون میں گوالیار پر حملہ کیا رانی مردانی پوشاک پہنکر دلیرانہ خوب لڑی لیکن جب مرگئی تو تانتیا بھاگ گیا۔ انگریزوں نے کچھ دنوں بعد تانتیا کو پکڑ کر پھانسی دیدی۔ اس کے علاوہ اور بھی جابجا لوگوں نے غدر پر کمر باندھی مگر ان کی سرکوبی آسانی سے ہوگئی۔ بمبئی۔ مدراس۔ بنگال میں امن رہا۔ بہار میں کنور سنگھ نے بلوہ کیا تھا مگر ہار گئے۔ ۱۸۵۸ء کے اکتوبر تک غدر کا نام و نشان مٹ گیا۔

کیننگ کی نرم مزاجی ۔ لارڈ کیننگ نے بلوائیوں کے ساتھ بہت

رحیمانہ سلوک کیا۔ غدر ہوتے ہی لارڈ صاحب نے چین اور ایران میں جو
گورے گئے ہوئے تھے اون بلوالیا اور ولایت سے بھی کچھ فوج منگوالی
باغیوں کو بالکل مغلوب کرلیا۔ اور پھر ان سے شریفانہ برتاؤ کیا۔ بہت سے
لوگوں کو بری کردیا اور زمینداروں اور تعلقہ داروں کو اون کی زمین پھر
بخش دی۔ اسوقت انتقام پسند انگریزوں کی راے تھی کہ ہندستانیونکو
قتل کرڈالو۔ انکے گھر پھونک دو۔ اسپر لارڈ کیننگ نے مطلق خیال نہ کیا
اسوجہ سے یہ لوگ اس رحمدل جوانمرد سے کشیدہ خاطر ہوگئے اور مضحکے سے
اونکو "رحمدل کیننگ" کہنے لگے۔ اس غدر میں خاصکر سپاہی شریک تھے
اودھ میں اور بعض جگہہ رعیّت بھی شریک ہوئی تھی۔

بلوائی کیوں شکست کھا گئے۔ ان کا ارادہ خود اپنی ریاست قایم
کرنے کا نہ تھا مگر سپاہیوں کو بے صبر اور غیر مطمئن پاکر دلّی کے بادشاہ ناناصاحب
اودھ کی بیگم رانی جھانسی بائی اور چند لوگوں نے اپنا مطلب نکالنا چاہا اور
باغیوں کے سردار بنگئے اگر یہ لوگ باغی سپاہیوں کی مدد نہ کرتے تو
ممکن تھا کہ بغاوت کو اتنا طول نہ ہوتا۔ شکست کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپس میں
میل نہ تھا۔ سب کے سب لوگ خودغرض تھے اور اپنا ذاتی مطلب حاصل
کیا چاہتے تھے۔ ملکی فائدے کے لئے لڑائی کرنے نہیں اوٹھے تھے پھر
اسوقت ہندو مسلمانوں میں موافقت نہ تھی اس حالت میں باغی کیونکر کامیاب
ہوسکتے تھے۔

غدر کا نتیجہ - سر لیپل گریفن کا قول ہے کہ سنہ ستاون کے غدر کا نتیجہ اچھا ہوا - کیونکہ اس کے بعد اون سپاہیوں کی گنتی کم رہگئی - جو سست اور بیکار تھے - بنیوں کے ہاتھ سے سلطنت کے اختیارات لے لئے گئے اور اونکی جگہ پارلیمنٹ کی مدد سے ملکہ معظمہ حکومت کا کام انجام دینے لگیں - سکھ انگریزوں کے وفادار خدمت گذار بنگئے اور صاحبان انگریز نے اپنی طاقتوری اور کارگذاری تمام دنیا کو دکھا دی -

نیا انتظام - اگست ۱۸۵۸ء میں پارلیمنٹ نے ایک نیا قانون جاری کیا جسکا نام "ہندوستان کی بہتر فرمانروائی کا قانون" اوس کے مطابق انگلستان کی مالک ملکہ وکٹوریہ ہندوستان کی فرمانروا ہوئیں اور بورڈ آف کنٹرول معزول کر دیا گیا اوس کے عوض ایک نیا افسر حکمراں بنایا گیا اس کا نام "ہندوستان کے لئے وزیر سلطنت" رکھا گیا - آنکی مدد کرنے کے لئے ایک مجلس "انڈیا کونسل" قایم ہوئی تب سے گورنر جنرل کا خطاب وایسرائے یا نائب السلطنت رکھا گیا - وائسرائے سکرٹری آف اسٹیٹ سے اتفاق رائے کرکے کاروبار حکومت انجام دیتے ہیں - شہر دہلی پنجاب میں شامل کیا گیا - بہادر شاہ دویم کو رنگون میں جلاوطن کر دیا گیا -

ملکہ معظمہ کا اشتہار - ملکہ معظمہ نے ہندوستان کی فرمانروا بننے کے پہلے ایک شاہی اشتہار شایع فرمایا ۱۸۵۸ء کے پہلی نومبر کو انگلینڈ کے لارڈ کیننگ نے الہ آباد کے دربار میں اوسے خود پڑھا - اس اشتہار میں یہ بیان ہوا کہ

بادشاہ کو رعیت ہند کی آسائش اور فارغ البالی کے لئے کن کن باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور رعیت کے حقوق کیا کیا ہیں اسلیئے اس اشتہار کو تعلیم یافتہ لوگ بہت بڑی سند کہتے ہیں ۔ اس سند کی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے ۔
والی کونٹ کیننگ ۔ جناب ملکہ معظمہ کے پہلے وائسرائے بنائے گئے ۔ سوا اُن لوگوں کے جو عالم آشکارا بلوے میں شامل ہوئے اور سب تقصیر داران بغاوت کی تقصیر معاف کی گئی ۔ خاص و عام کے مذہب میں کیطرح کی مزاحمت نہ ہوگی اور نہ کسی شخص کو دینی معاملوں آزار دیا جائے گا ۔ سب کے ساتھ ایک ہی طرح کا انصاف عمل میں آئے گا ۔ راجاؤں کے صلحنامے رعایا کے حقوق ۔ مُلک کے رسوم و قواعد جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہینگے ۔
ہندوستانیوں کو سرکاری عہدے لیاقت کے مطابق ملینگے ۔ ذات اور مذہب کا خیال اس بارہ میں کچھہ بھی نہ کیا جائے گا اشتہار کا آخر حصّہ یہ ہے ۔

" جب خدا کے فضل سے اس مُلک میں امنیت ہر جگہہ ساری و جاری ہوجائیگی تو دستکاریوں کو ترقی دیجائیگی ۔ جن کاموں میں تمام ہند کی بہتری ہو وہ شروع کیئے جائینگے اور تمام رعایا کی رفاہ عام کیلئے انتظام کیا جائیگا میرا دلی ارادہ یہی ہے کیونکہ انکی ترقی کیساتھہ میری طاقت ترقی پائیگی انکی خوشحالی کیساتھہ میری دلجمعی ہوگی اور مجھکو سب سے بڑھکر انعام یہی ملے گا کہ وہ میرے شکر گذار ہوں "

خلاصہ

سنہ ۱۸۵۶ء .... لارڈ کیننگ گورنر جنرل

سنہ ۱۸۵۶ء .... جنگ کریمیا - ایران و چین

سنہ ۱۸۵۷ء .... غدر کا شروع

سنہ ۱۸۵۸ء .... غدر کا خاتمہ

شاہی اشتہار
کمپنی کی حکومت کا خاتمہ

ہندوستان پر بہتر فرمانروائی کا قانون -

چوتھا حصّہ

سلطنت برطانیہ

(۱) ملکہ معظمہ وکٹوریہ (سنہ ۱۸۵۸ء سے سنہ ۱۹۰۱ء)
نصف ابتدائی)

(۱) لارڈ کیننگ سنہ ۱۸۵۸ء سے سنہ ۱۸۶۲ء اصلاحین - جیسے ہولناک آندھی ہواؤں کے زبردست جھونکے آنے کے بعد اوس مقام کا نقشہ بالکل بدل جاتا ہے اوسی طرح سنہ ۵۷ء کے بعد سرکار ہند کی بھی یہی حالت ہوئی خزانہ بالکل خالی ہوگیا تھا - چالیس کروڑ روپئے قرض لینے پڑے تھے - مالگزاری پوری وصول نہیں ہوئی تھی - پرانی فوج سراسر برباد ہوگئی تھی پر نئے انتظام

میں سیکڑوں خلل پڑ گئے تھے۔ لارڈ کیننگ نے بڑی محنت کر کے سب عیبوں کو مٹانے کی کوشش کی۔

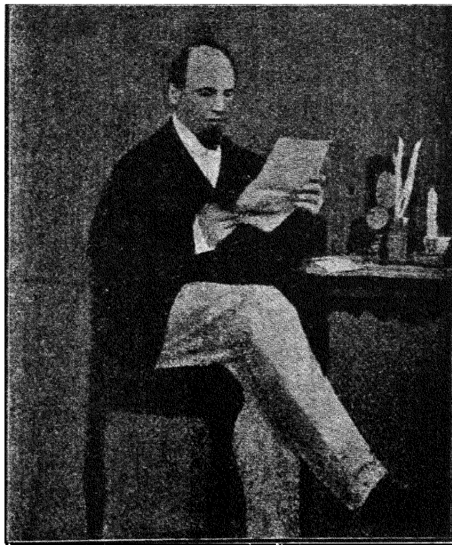
آمدنی۔ باغیوں کے لڑائی جھگڑوں میں بہت بڑا خرچ پڑ گیا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے کیننگ کو اپنی آمدنی بڑھانے پر توجہ کرنی ہوئی۔ باہر جانے والے اسباب پر محصول موقوف کر دیا اور باہر سے آئی ہوئی چیزوں کا محصول بھی کم کر دیا۔ اسی وقت پہلے پہل رعایا کی آمدنی پر محصول لگا اور بندوق وغیرہ رکھنے والوں کو بھی محصول دینا پڑا اور کاغذ کے نوٹ استعمال میں آئے۔

محکمۂ فوج۔ فوجی محکمہ میں بھی اصلاح کی گئی۔ دیسی پلٹنوں کی تعداد کم کر دی گئی اور گوروں کے پلٹنوں کی تعداد زیادہ کر دی گئی۔ کمپنی کی فوج اور ولایتی فوجیں باہم ملا دی گئیں۔ دیسی سپاہیوں سے گولندازی کا کام نکال لیا گیا۔

انڈین کونسلس ایکٹ۔ ۱۸۶۱ء میں ایک قانون انڈین کونسلس ایکٹ جاری ہوا۔ اسکے مطابق انتظام کے لئے وائسرائے کے کونسل کے دو حصے ہو گئے ایک عملی اور دوسرا قانونی۔ پہلی کونسل کا ہر ممبر ایک ایک محکمے کا مالک ہوتا ہے اس ملک کی ریاستوں اور غیر ملکوں کی ریاستوں کے متعلق کارروائی کرنے والے محکمہ کے مالک خود وائسرائے ہیں اسی طرح ہر ممبر ایک محکمے کا افسر ہے مثلاً ملکی یا خانگی

حکومت کا مالگذاری اور زراعت کا۔ آمدنی و تجارت کا۔ فوجی محکمہ کا۔ نہر ٹرک اور مکانات کے محکمہ کا۔ قانونی محکمہ کا۔ ان سب ممبروں کو والیسرائے کی اتفاق رائے سے کام کرنا ضروری ہے۔ یہ سب ممبر سرکاری ملازم ہوتے ہیں۔ مگر قانونی مجلس میں کئی ایک غیر سرکاری ممبر بھی علاوہ مذکورۂ بالا ممبر ہوتے ہیں۔ ان سب ممبروں کو سرکار خود منتخب کرتی ہے یا عالم لوگوں کی رائے سے انتخاب کئے جاتے ہیں وایسرائے کی مجلس قانونی تمام ہندوستان کے لئے قانون بناتی ہے۔ بنگال بمبئی اور مدراس کی قانونی مجلس مجاز ہے کہ اپنے اپنے احاطے کے لئے قانون بنائے یہاں کی مجلس میں بھی سرکاری ممبر داخل ہوتے ہیں اور اگر ضرورت پڑ جائے تو دوسرے صوبوں میں بھی ایسی مجلس قایم ہو سکتی ہے۔ اسی قانون کی بنیاد پر سنہ ۱۸۸۶ء میں شمالی و مغربی (متحدہ) صوبے میں سنہ ۱۸۹۷ء میں پنجاب میں اسکے بعد برہما۔ ممالک متوسطہ۔ بہار۔ اوڑیسہ میں خاص خاص قانونی مجلسیں قایم ہوئیں۔ اسطرح اس ملک میں لوگ ملکی اور سرکاری قانون میں شریک ہونے لگے۔

عدالتی اصلاحیں۔ تعزیرات ہند[1] ۔ ضابطہ دیوانی[2] ۔ ضابطہ فوجداری کی کتابیں سنہ ۱۸۶۰ء میں مرتب ہو کر شایع ہوئیں اسی سال کمپنی کے عہد کی صدر عدالت اور سپریم کورٹ موقوف ہوئی اور اوس کے بدلے ملک کے ہر صوبے میں ہائیکورٹ قایم ہوا۔



(Chap. 1.)

Lord Canning.



(Chap. 2.)

Lord Ripon.

تعلیم کی ترقی ۔ سنہ ۱۸۵۴ء میں جو سرکاری مراسلہ آیا تھا اوس کے مطابق ہر ضلع میں ہر تحصیل میں بلکہ ہر گاؤں میں ہندوستانی زبانوں کی تعلیم جاری ہو گئی اور مدرسے قایم ہو گئے مگر اسوقت اس ملک کے باشندوں کے لئے اعلیٰ درجے کی تعلیم کا بندوبست ہوا تھا ۔ لیکن سنہ ۱۸۵۷ء میں کلکتے ۔ مدراس بمبئی میں تین یونیورسٹیاں (دارالعلوم) قایم ہو گئیں ۔ سنہ ۱۸۶۱ء میں ایسٹ انڈیا ریلوے کلکتے سے الہ آباد تک جاری ہو گئی ۔ دکن میں بھی کئی ریل کی سڑکیں نکلنے کی تیاری ہوئی ۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں کیننگ صاحب وطن تشریف لے گئے وطن پہونچکر چار مہینے کے اندر ہی انتقال کر گئے ۔

(۲) لارڈ الگن اول سنہ ۱۸۶۳ء

(۳) لارڈ لارنس سنہ ۱۸۶۴ سے سنہ ۱۸۶۹ء

بھوٹان سے لڑائی ۔ بھوٹان کے لوگ سرکاری عملداری میں لوٹ مار کرتے تھے اون کے سمجھانے کو ایک ایلچی روانہ ہوا ۔ اوس کو ان بھوٹیوں نے قید کر لیا ۔ وہ بھاگ کر چلا آیا اور لڑائی چھڑ گئی ۔ بھوٹیے لڑائی میں شکست کھاکر صلح کے طالب ہوئے سنہ ۱۸۶۵ء میں صلح ہو گئی دوار ملک اور دارجلنگ کے قریب کے حصے سرکار کو دینے پڑے دوار میں کئی درّے ہیں ان پر سرکاری عمل ہو جانا بہتر ہوا اور آجکل دارجلنگ میں چاء کے باغیچے بنگلے ہیں ۔ سنہ ۱۸۶۶ء میں اوڑیسہ کے لوگوں کو سخت قحط سالی نے پریشان

کردیا۔ بہت سے کنوئیں کھودے گئے اور شہروں سے غلہ لاکر جمع کردیا گیا۔ کسانوں کی مالگذاری معاف کردیگئی۔ سرکار نے قحط کے انسداد کی بہت تدبیریں کیں نہریں کھودنے کا ایک نیا محکمہ قایم ہوا۔ سڑکیں نکلیں۔ ریل جابجا جاری ہوئیں۔

افغانستان کا امیر دوست محمدؐ خاں ۱۸۶۳ء میں رحلت کرگیا۔ اوسکے بیٹے امیر بننے کے لئے آپس میں جنگ کرنے لگے۔ لارڈ لارنس نے اِس معاملے میں کچھ دخل نہ دیا۔ شیر علیخاں اپنے بھائیوں کو عاجز ومغلوب کرکے دوست محمدؐ کا جانشین ہوا لارڈ لارنس نے اوس کی امیری کو تسلیم کرلیا اور حربوں سے اوسکی مدد بھی کی۔ ۱۸۶۹ء میں سرجان لارنس ولایت کو روانہ ہوئے۔

(۳) لارڈ میو ۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۲ء تک۔ اون دنوں روسی اپنی عملداری ایشیا کے درمیانی حصوں میں بڑے زور شور سے بڑھا رہے تھے اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ افغانستان سے سرکار انگریزی موافقت کا سابقہ پیدا کرے۔ امیر شیر علی خاں ہندوستان میں لارڈ صاحب سے ملنے کو آئے۔ لارڈ صاحب نے اونکی بہت توقیر وعزت کی اور زر نقد اور حربے امداد کے لئے دینے کا وعدہ کیا۔ روسیوں سے بھی یہ بات طے ہوگئی کہ اونکی جنوبی سرحد دریائے آمو مقرر ہو جائے۔

اصلاحیں۔ کاشتکاری کی نگرانی کے لئے ایک نیا محکمہ قایم ہوا اِس کا نام محکمۂ زراعتی رکھا گیا۔ ملک کے اندر آسایش اور رفاہ کے لئے سڑکین بنیں

ریلیں نکلیں۔نہریں تیار کی گئیں۔لارڈ میو نے اعلی تعلیم کا خرچ کم کر دیا اور ابتدائی تعلیم کے بہت سے مکتب قایم کر دیئے۔کمپنی کے عہد میں بالکل زرآمدنی خزانہ سرکار ہند میں داخل ہوتا تھا اور وہاں سے لیکر ملک کے خرچ میں آتا تھا۔ لارڈ میو نے اس طوالت کے دور کرنے کو اکثر خرچ جیسے پولیس اور تعلیم اُسی مقام کے سرکار کے سپرد کر دیئے اسکے لیئے اونکو سرکار ہند کیطرف سے روپیئے ملتے تھے اور یہ بھی اختیار دیا گیا تھا کہ ضرورت ہو تو ٹکس لگا کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں۔لارڈ میو جزیرۂ انڈمن کی سیر کو گئے تھے ایک دیہاتی افغان قیدی نے یہاں اون کو سنہ ۱۸۷۲ء میں مار ڈالا۔

(۵) لارڈ نارتھ بروک سنہ ۱۸۷۲ء سے سنہ ۱۸۷۶ء۔کابلیوں کے فتنہ و جنگجوئی سے روسیوں نے خیوا پر دخل کر لیا۔اوس وقت لارڈ نارتھ بروک نے شیر علیخاں کی مدد نہ کی۔ شیر علی نے ناخوش ہوکر روسیوں سے دوستی پیدا کی۔اُس وایسرائے نے اعلی تعلیم کا انتظام کر دیا۔اور انکم ٹکس کو کم کر دیا۔سنہ ۱۸۷۵ء میں ملہر راؤ گائکواڑ نے انگریزی رزیڈنٹ کو زہر دیکر مار ڈالنے کی تدبیر کی۔یہ راجہ معزول کر دئے گئے اور لارڈ صاحب نے اوسی خاندان کے ایک لڑکے کو جسکا نام سیاجی راؤ تھا راجہ بنا دیا اوسی سال ملکۂ معظمہ کے بڑے صاحبزادے اور ولیعہد سلطنت جو اپنی والدۂ ماجدہ کی رحلت کے بعد بادشاہ ہوئے اور ایڈورڈ ہفتم لقب پایا اس ملک میں تشریف لائے۔یہاں کے رئیسوں نے نہایت تو زک و احترام سے اونکی مہانداری کی۔اِسی سال بنگال سے

آسام جدا کیا گیا۔ اسی سال اودھ ممالک مغربی و شمالی میں شامل کر لیا گیا۔ اسی سال ہائی کورٹ میں ایک ہندوستانی جج رہنے لگا۔ سنہ ۱۸۷۶ء میں لارڈ نارتھ بروک ہندوستان سے رخصت ہوئے۔

خلاصہ

سنہ ۱۸۵۷ء........ یونیورسٹیاں قایم ہوئیں
سنہ ۱۸۶۱ء........ ہائی کورٹ کھلا۔ انڈیا کانسلس ایکٹ
سنہ ۱۸۷۵ء........ بڑودا کی گڑبڑی

(۲) ملکہ معظمہ قیصر ہند (سنہ ۱۸۷۶ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک)

(الصف انتہائی)

(۶) لارڈ لٹن (سنہ ۱۸۷۶ء سے سنہ ۱۸۸۰ء تک)

پہلی جنوری سنہ ۱۸۷۷ء کو شہر دہلی میں ایک بڑا عظیم الشان دربار نہایت کروفر سے منعقد ہوا۔ سب نواب راجہ مہاراجہ شریک ہوئے ملکہ معظمہ عالی جناب وکٹوریہ کو سارے ہندوستان کی ملکہ کا خطاب دیا گیا اس مبارک روز سے انگلستان کے بادشاہوں کا لقب قیصر ہند قرار پایا۔ شاہ برطانیہ کے خطاب میں شہنشاہ ہندوستان کے الفاظ اضافہ کئے گئے۔ ذکر ہو چکا ہے کہ لارڈ میو نے مالی مرکز جدا جدا قرار دینے کا قانون جاری کیا تھا اور

لارڈ لٹن نے اس انتظام کو اور زیادہ پھیلایا۔

افغانستان کی دوسری جنگ ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۰ء - انگریزوں سے اور امیر شیر علی خاں سے ارتباط نہوا اسلئے خاندان مذکور نے روسیوں سے ربط ضبط پیدا کرلیا۔ افغانستان میں روسیوں کا زور اس سبب سے بڑھ گیا اسپر ہندوستانی سرکار انگریزی کو تردد ہوا اور امیر شیر علی کے پاس ایلچی روانہ کیا۔ شیر علی نے انگریزی ایلچی کو اپنے قلمرو میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اس پر لارڈ لٹن نے افغانوں سے لڑنا مناسب سمجھا۔ انگریزی فوج درۂ خیبر و قرم و بولن کو طے کرکے افغانستان میں داخل ہوگئی۔ امیر شیر علی بہت ڈر گئے اور ترکی طرف بھاگ کر چلے گئے اور وہاں انتقال کرگئے۔ سالار فوج انگریزی نے شیر علیخاں کے بیٹے یعقوب خاں سے مصالحت کرلی۔ اس مصالحت کے مطابق کابل میں ایک انگریزی رزیڈنٹ نے قیام کیا۔ بہت عرصہ نہونے پایا تھا کہ کابلی مفسدوں نے رزیڈنٹ کو اور اون کے ملازموں کو بھی قتل کرڈالا۔ لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ سر فریڈرک رابرٹس نے افغانستان پر حملہ کیا اور کابل اور قندھار پر قبضہ کرلیا اور یعقوب خاں کو قید کرکے ہندوستان میں بھیجدیا۔ اوس کے بعد تمام کابلی قوم انگریزوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔ اسی اثناء میں پارلیمنٹ میں کچھ ایسے نشیب و فراز پیش آئے لارڈ لٹن نے ۱۸۸۰ء میں استعفا داخل کردیا۔

(۷) لارڈ رپن (۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک) اب لارڈ رپن وایسرا ے

ہوکر تشریف لائے - یہہ خاندانی رئیس تھے اور انکے والد ولایت میں ایک وقت تک وزیر تھے - لارڈ رپن خود بھی پارلیمنٹ کی ممبری کرچکے تھے - اور وزیر سلطنت کا بھی عہدہ پاچکے تھے - یہ بہت نیک مزاج اور بلند خیال حاکم تھے - ولایت کے پارلیمنٹ میں اسوقت لبرل لوگوں کا دَور دَورہ تھا لارڈ رپن بھی اسی فریق میں داخل تھے - انھوں نے لارڈ لٹن کے اکثر انتظامونکو اُلٹ پلٹ دیا - اور ہندوستانیوں کو سوراج کے پہلے زینے تک پہونچا دیا -

افغانستان کے معاملے - جب لارڈ رپن یہاں تشریف لائے تو کابل والوں نے انگریزی سپاہ کو قندھار میں گھیر لیا تھا - لیکن جنرل رابرٹس نے اون کو شکست دیکر قندھار چھین لیا - مگر لارڈ رپن نے اپنے قاعدے کی پابندی کرکے سپاہ انگریزی کو واپس بُلوالیا اور عبدالرحمن خاں شیر علیخاں کے بھتیجے کو کابُل کا امیر بنا دیا -

نتیجہ - افغانستان کی یہ دوسری لڑائی پہلی لڑائی کی طرح بیکار ہوئی لارڈ لٹن نے قلات (بلوچستان) پر اچھی طرح سے انگریزی فوج کا دبدبہ قایم کر دیا تھا - اور خان قلات سے کوئٹہ بھی لے لیا تھا - اس سے بولن درے پر انگریزوں کا دخل ہوگیا اور قندھار کا راستہ بھی کُھلگیا - کچھہ دنوں کے بعد درّہ خرّم پر بھی انگریزوں کا قبضہ ہوگیا - اس لڑائی کے بعد امیر کو کسی بیرونی سلطنت سے کوئی علاقہ نہ رہا - سنہ ۱۹۱۹ء تک یہ قاعدہ جاری رہا -

امیر کو اس موافقت کے عوض میں سرکار انگریزی سالانہ کچھ رقم دیتی رہی۔ اُن دنوں روسی سرکار کی نظر سلطنت بڑھانے پر تھی۔ مگر بالفعل اوس کا خیال ایسا نہیں ہے۔ پس اُن دنوں افغانستان سے ایسا معاملہ کرنے کی ضرورت ہوئی تھی۔ غرضکہ سرکار کے ریاست کی سرحد سندھ ندی اور پشاور سے ہٹ کر کوہ سلیمان کے پچھم اور کوئٹہ تک پہونچ گئی۔ لارڈ لٹن کے بعد پچھم اُتر کے کونے پر کئی ریلیں نکلی ہیں۔

سوراج کا پہلا زینہ۔ سنہ ۱۸۴۲ء اور سنہ ۱۸۵۰ء کے قانون کے مطابق بمبئی۔ مدراس۔ کلکتے میں میونسپلٹیاں کھولی گئیں۔ غدر کے بعد رفتہ رفتہ اور بھی اکثر جگہہ میونسپلٹیاں قایم ہوئیں مگر ان میں قریب قریب سبھی ممبر سرکار کے چُنے ہوئے ہوتے تھے۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں لارڈ میو نے یہہ قانون جاری کیا کہ ہر شہر کے لوگ آپس میں محصول لگا کر صفائی۔ تندرستی۔ تعلیم۔ اسپتال اور ایسی ایسی باتوں کا انتظام کریں۔ نگرانی ان کاموں کی اس طرح ہو کہ اوسی شہر کے چیدہ لوگوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ لیکن اس سبب سے کہ ایسا کام اس مُلک والوں نے بہت دنوں سے نہیں کیا تھا روپیہ پیسہ ایک سرکاری افسر کی حفاظت میں رہے سنہ ۱۸۸۳ء اور سنہ ۱۸۸۵ء کے درمیان لارڈ رپن نے کئی نئے قانون جاری کئے اس سے انھوں نے اہل ہند کے سوراج کو پہلے ابتدائی درجے تک پہنچا دیا۔ انھوں نے ہر شہر میں میونسپلٹی اور ہر ضلع میں ضلع بورڈ قایم کیا۔ ان باتوں سے

سرکار کا تعلق کم ہوگیا اور لوگوں کے زیادہ حقوق اونکو ملے۔ پھر بھی بہت دنوں تک مجسٹریٹ ان کمیٹیوں کے صدر بنتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں یہ قانون جاری ہوا کہ ان کمیٹیوں سے سرکار کو کوئی خاص علاقہ نہ رہے گا۔ آجکل ان کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے میر مجلس غیر سرکاری لوگ منتخب ہوتے ہیں۔

اور اور واقعات۔ لارڈ رپن نے اخباروں کو اپنی اپنی رائے ظاہر کرنے کی اجازت دیدی۔ تعلیم کی درست انتظامی ہونے کے لئے لارڈ رپن نے ایک کمیشن قایم کیا اون کی ہدایت کے مطابق پرائمری اور سکنڈری تعلیم پر توجہ کی گئی۔ دیسی کاری گروں کی ہمت بڑھانے کو اونھوں نے دفتروں میں حکم دیدیا کہ دیسی مال استعمال ہوں۔ کلکتے میں اونھوں نے ایک بہت بڑی نمایش کا سامان کیا کہ دیسی کاریگر اپنی کاریگریوں کو دکھائیں۔ اس نمائشگاہ میں دنیا بھر کی چیزیں جمع ہوئی تھیں۔ غریب رعایا کو زمیندار کے ظلم سے بچانے کے لئے لارڈ صاحب نے ایک نیا قانون جاری کیا (سنہ ۱۸۸۵ء)۔ اسکے مطابق رعایا زمین کی مالک بنگئی۔ لارڈ رپن نے سنہ ۱۸۸۳ء میں ایک قانون جاری کرنا چاہا جسکا نام البرٹ بل تھا اوس کی غرض یہ تھی کہ مجرم انگریزوں کے مقدمے ہندوستانی ججوں کے اجلاس میں فیصل ہوں اس ملک کے رہنے والے انگریز اوس کے برخلاف ہوگئے اس سے یہ بل جاری نہ ہوسکا۔ ابھی تک مجرم انگریزوں کے مقدمے انگریز جوری کے سامنے ہوتے ہیں۔ انھیں دنوں اس ملک کے لوگوں نے اس قانون کی تائید کی اور انگریزوں کے برخلاف

اپنی رائے ظاہر کی۔ ہندوستانیوں کی مداخلت مُلکی معاملوں میں اوسی وقت سے شروع ہوئی۔ الحاصل لارڈ رپن نے رعایا کی بہتری کی تدبیریں کرنے میں بہت ناموری پیدا کی۔ لارڈ رپن نے ۱۸۸۴ء میں بڑی نیکنامی حاصل کرکے اپنے وطن کی طرف معاودت کی۔

(۸) لارڈ ڈفرن (۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۸ء تک)

برہما کی تیسری لڑائی ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۶ء تک۔ برہما کے راجہ تھیبو فرانسیسیوں سے بہت سازوباز پیدا کررہے تھے اور انگریز سوداگروں کو بے سبب آزار پہونچاتے تھے۔ اوس کا انجام یہی ہوا کہ آخرکار تیسری لڑائی پہ بھی انگریز سرگرم ہوگئے۔ آسانی کے ساتھ انگریزوں نے راجہ کی راجدھانی کو اپنی ملکیت بنالیا۔ یکم جنوری ۱۸۸۶ء کا روز تھا کہ تمام وکمال برہما کا مُلک سرکار انگریزی کے زیرنگیں ہوگیا راجہ تھیبو کو پنشن دیکر مدراس میں گوشہ نشین کردیا گیا۔ برہما مملکت ہند کا ایک صوبہ قرار پایا اور ایک گورنر وہاں کی حکومت پر مامور ہوئے۔

سرحدی معاملے۔ کابل کی دوسری لڑائی کا یہ ماجرا ہے کہ درمیانی ایشیا میں روسی اون دنوں بڑے زور وشور سے مُلک گیری پر آمادہ تھے۔ رفتہ رفتہ اونھوں نے ۱۸۸۵ء میں ہرات کے شمالی ضلع پنجدہ پر بھی اپنا قبضہ کرلیا۔ یہ ضلع افغانستان کے متعلق تھا۔ امیر عبدالرحمٰن کیسا تھ

لارڈ صاحب نے رسم اتحاد پیدا کی تھی۔ اسلئے روسیوں کو آگے قدم بڑھانے سے روکنا لازم ہوا۔ اور اس مزاحمت کے لیئے یہی طے پایا کہ لڑائی کا جھنڈا بلند کیا جائے۔ انگریزی سرکار تو کمربستہ ہوگئی لیکن روسیوں کی جرأت کا قدم پیچھے ہٹ گیا۔ جنگ چھڑی نہیں اور یہ تجویز ہوئی کہ سرحد قایم کرنے کے لیئے کمیشن مقرر کیا جائے۔ اسی کمیشن نے افغانوں اور روسیوں کی سرحد قرار دیدی۔

انڈین نیشنل کانگرس۔ البرٹ بل پر جو تحریک عام پیدا ہوئی تو آریہ سماج کے بانی مہاتما دیانند سرسوتی تھیوسافیکل سوسائٹی کے کرنل آلکٹ اور میڈم بلیوسکی اور ایسے ایسے لایق آدمیوں کے بیانات سے ہمت پاکر اوس وقت کے ہندوستانی نوجوانوں نے اس ملک کی قدیمی تواریخ اور یہاں کے باشندوں کی قابل افتخار باتوں پر نظر ڈالی۔ ان نوعمر لوگوں نے ویدک زمانے کی عمدہ باتوں پر چلنے کی خوبی جو معلوم کی اوسی سے حُب وطن کی بنیاد قایم ہوئی۔ یہ خیال اس مُلک کے لیئے نیا ہے اور مغربی ملکوں کی پیروی ہے۔ اوسی وقت سے سرکاری کارروائیوں پر مباحثے شروع ہوئے اور حُب وطن کے پیدا ہونے سے مُلکی معاملوں میں اس مُلک والوں کی بیداری پیدا کرنے کے لئے اکثر صوبوں میں مجلسین قایم ہوئیں ان میں کلکتے کی برٹش انڈین اسوسیشن انجمن لاہور پونا کا جلسۂ عام مشہور ہیں۔ ان مجلسوں کے بنانات مجتمع کرکے ایک بڑے متحد بند وبست پیدا

کرنے کیلئے ہیوم صاحب کی کوشش سے ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگرس
کی پہلی مجلس بمبئی میں ہوئی - پہلے سال جن لوگوں نے چندہ دیا تھا سبھی اوس کے
شریک بنائے گئے - مگر دوسرے سال سے عام لوگوں کی مجلسوں میں شرکا کا
انتخاب ہونے لگا - آجکل یہی کانگرس ہندوستان کی مسلّم ملکی جماعت خاص ہے -
حضور ملکہ معظمہ کو سلطنت کرتے ہوئے ۱۸۸۷ء میں پچاس برس ہو گئے -
جوبلی کا جلسہ ہندوستان میں بڑی تجمل و احتشام کے ساتھ رونق افزائے عالم
ہوا - لڑائیوں میں زر کثیر خرچ ہو گیا اس باعث سے لارڈ ڈفرن نے چند
محصول بڑھا دئے - ۱۸۸۸ء میں لارڈ ڈفرن ولایت تشریف لیگئے -

(۹) لارڈ لینسڈاؤن ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۴ء تک

لارڈ لینسڈاون نے بھی امیر کے ساتھ سلسلہ ارتباط بدستور رکھا اور چترال
کے سردار (مہتر) کو تابع سرکار بنا دیا -
کونسل ایکٹ ۱۸۹۲ء اس قانون کے مضمون کے مطابق قانونی مجلسوں میں
ممبروں کی تعداد بڑھا دیگئی ان میں سے کئی ایک ممبر ضلع بورڈ - میونسپلٹی و یونیورسٹی سے
منتخب کئے جاتے تھے - اسوقت ہندوستانی ممبر اسکے بھی مجاز ہوئے کہ سرکار کے
انتظامات میں اپنی رائے سرکار پر ظاہر کر دیں -

(۱۰) لارڈ الگن دوئم ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۹ء

(۱۱) لارڈ کرزن ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۵ء - جب لارڈ کرزن وایسرائے ہوکر

آئے تو ان کی عمر چالیس برس کی بھی نہ تھی لیکن بہت ذیعلم دانشمند و جفاکش تھے کارگذاری کی طاقت بھی بہت مخصوص تھی وہ بہت بشاشی کے ساتھ چودہ گھنٹے برابر کام کر سکتے تھے۔ یہاں آنے کے پہلے بہت ملکوں میں جا چکے تھے۔ ایران افغانستان۔ سیام۔ انام۔ کمبوڈیا سب کی سیر کئے ہوئے تھے۔

سرحدی معاملے۔ چار بار پہلے ہندوستان میں بھی آ چکے تھے۔ اوسیوقت سے وہ اس ملک کے گوشہ شمال و مغرب کی حقیقت خوب جان گئے تھے ایشیا کے بڑے بڑے والیان ملک سے دوستانہ بھی کر لیا تھا۔ یہاں وائسرائے بنکر چھ برس کے عرصے میں انھوں نے سب کاروبار انجام دیا۔ کوئی سرشتہ سرکاری یا غیر سرکاری باقی نہ رہا۔ سب میں کچھ نہ کچھ اصلاح و تبدیلی ضرور کیا سرحد کے مسلمانوں سے انھوں نے کوئی سابقہ نہ رکھا لیکن سامان جنگ جو اون کے پاس جاتے تھے اون کا بھیجنا موقوف کر دیا۔ اوس طرف کی ریلیں سب بنکر تیار ہو چکی تھیں۔ ان موقعوں پر نگرانی کی نظر سے سنہ ۱۹۰۱ء میں اونہوں نے جداگانہ صوبہ قایم کیا اور اوس کا نام "شمال و مغرب کا سرحدی صوبہ" رکھا گیا۔ ناموں کے خلط ملط ہونے کو دور کرنے کے لئے پہلے جس صوبہ کا نام اضلاع مغربی و شمالی تھا منسوخ ہو کر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ رکھا گیا۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں عبدالرحمن مر گئے۔ نئے امیر حبیب اللہ خاں کے ساتھ بھی لارڈ صاحب نے رسم دوستی بحال رکھی۔

جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند کا انتقال پُرملال سنہ ۱۹۰۱ء۔ سنہ ۱۹۰۱ء ماہ جنوری

میں جناب ملکہ معظمہ نے دنیا سے کوچ فرمایا۔ تمام ملک کو صدمہ ہوا۔ جناب ممدوحہ کی یادگاریں کئی مقاموں پر اون کی سنگی تصویر رکھی گئی۔ ابھی کم ہی عرصہ ہوا کہ تمام ملک کی طرف سے کلکتہ میں حضور عالیہ کی یادگار میں وکٹوریہ میموریل ہال تعمیر ہوا ہے۔

خلاصہ

سنہ ۱۸۷۷ء ..... دلّی دربار

سنہ ۱۸۷۸ء .... دوسری جنگ افغانستان

سنہ ۱۸۸۰ء .... لارڈ رپن کا آنا۔ افغانوں کی شکست

سنہ ۱۸۸۴ ..... ضلع بورڈ۔ اور میونسپلٹی قایم ہوئی

سنہ ۱۸۸۵ء .... برہما سے تیسری لڑائی

سنہ ۱۸۸۷ء ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی جوبلی

سنہ ۱۹۰۱ء مغربی شمال کا سرحدی صوبہ بنا۔ ممالک متحدہ بنا اور ملکہ معظمہ نے رحلت کی

(۳) شاہنشاہ اڈورڈ ہفتم اور شاہنشاہ جارج پنجم (سنہ ۱۹۰۳ء سے .....)

شاہنشاہ اڈورڈ ہفتم سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱ء تک۔ اگست سنہ ۱۹۰۲ء میں ولایت کی سرزمین پر شاہنشاہ اڈورڈ ہفتم کی تاجپوشی ہوئی۔

لارڈ کرزن۔ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو لارڈ کرزن نے ہندوستان میں بڑی شان کے ساتھ دہلی کے دربار میں اس تاجپوشی کا اعلان کیا۔ اس دربار میں ملک معظم کے برادر ذیشان تشریف فرماں تھے اور تمام رجواڑے شریک تھے لارڈ کرزن نے وہ اشتہار پڑھکر سُنایا جو ملک معظم نے خود تحریر فرمایا تھا۔ اس اشتہار میں وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی والدۂ ماجدہ کے قواعد حکومت کی پوری پابندی کروں گا۔

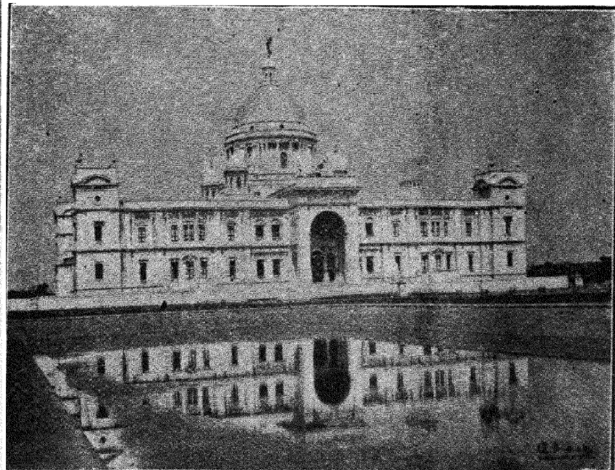
اوس وقت خلیج فارس کے پاس یورپ کی کئی طاقتیں اپنا رُعب جمانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس صورت میں سرکار انگریزی کی مملکت ہندوستان کو خطرہ تھا۔ اسلئے لارڈ صاحب نے انگریزوں کی جہازی طاقت اوس جگہ بڑھانا چاہا۔ وہ خود ایران گئے اور دوسری طاقتوں کی شوکت کو رفع دفع کر دیا۔

تبّت کے معاملے۔ ۱۹۰۳ء میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ تبّت میں روسی اپنی کارروائی کر رہے ہیں۔ تبّت برائے نام چین کے ماتحت تھا اصل میں لاما کے اختیار میں تھا۔ یہ کوہ ہمالیہ پر آباد ہے اور کسی ریاست سے اس کا تعلق نہ تھا۔ ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن نے ایک مختصر فوج تبّت کو روانہ کی۔ اس فوج نے لاما کو شکست دی اور لاسا خاص شہر اس سے چھین لیا گیا۔ ڈلائی لاما گدی سے اوتار دیا گیا اور نئے لاما سے صلح کر لیگئی۔ ۱۹۰۴ء روسیوں سے یہ امر طے ہو گیا کہ وہ تبّت پر کوئی



(*Chap 3.*)

Lord Curzon.



(*Chap 3.*)

Victoria Memorial.

دعویٰ نہ رکھیں۔ تبت کے نسبت اب بہت سی باتیں دریافت ہوئیں ان کا اثر جغرافیہ اور تواریخ کی معلومات پر بہت پڑتا ہے۔

اور اور واقعات ۔ پنجاب کے کاشتکاروں کو مہاجنوں نے سود لیکر بالکل مفلس بنا دیا تھا۔ افسران مالگذاری بھی اونکو بہت آزار پہونچاتے تھے۔ ان باتوں سے بچانے کے لئے ایک قانون جاری ہوا نئی نئی نہریں نکالی گئیں۔ جہاں استمراری بندوبست نہ تھا وہاں یہ کوشش ہوئی کہ نیا بندوبست جلد ختم کیا جاوے۔ مقامات قدیم جیسے تاج محل۔ اشوک کے ٹیلوں اور کھمبوں کی مرمت اور حفاظت کے لئے ایک محکمہ جداگانہ قایم کیا گیا۔

تعلیم کے باب میں اصلاحیں ۔ لارڈ کرزن خود ذیعلم تھے اور اُنکی نظر بہت دُور تک تھی۔ اون کے سبب سے ابتدائی مکتبوں کی بہت سی اصلاحیں ہوئیں۔ ابتدائی اسکولوں کے امتحان بند کر دئے گئے۔ پہلے امتحانات کا نتیجہ دیکھکر سرکاری امدادی زر نقد ملتا تھا۔ اب یہ قاعدہ نکلا کہ جس اسکول میں تعلیم کا بندوبست عمدہ ہوگا اوسی کو زر امدادی ملے گا۔ انھیں دنوں میں ابتدائی مکتبوں میں فطرتی چیزوں پر غور کرنا ہاتھ کے کاموں کی تعلیم اور اشیا کا سبق بھی جاری ہوا۔ لارڈ کرزن نے یونیورسٹی کی تعلیموں کو تحقیق کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا اسکی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ تعلیم ارزاں ہے اس سے ناقابل

لوگ بھی ڈگری حاصل کر لیتے ہیں ۔ اور نوکری نہ ملنے سے ملک میں بدنظمی پھیلا رہے ہیں اوسکے دفعیہ کے لیے لارڈ کرزن نے ایک نیا قانون جاری کیا کہ اس سے سب یونیورسٹیوں کو سرکار کے ماتحت رہنا پڑا اور ضرور رہا کہ اسکول اور کالج یونیورسٹیوں میں شامل کئے جائیں ۔ کالج اور اسکول کی فیس بڑھائی گئی ۔ تمام ملک کی تعلیم کی نگرانی کے لئے ایک وزیر تعلیمی مقرر ہوا اس قانون کی پیش ہونے میں بنگال کے اہل علوم نے بہت سے عذر پیش کئے ۔ لارڈ کرزن نے شنوائی نہ کی اس سے وہاں کے لوگوں سے ایک کشیدگی ہوگئی ۔

دیسی ریاستوں کے ساتھ برتاؤ ۔ لارڈ صاحب نے ہندوستان کی ریاستوں میں بھی دخل دیا ۔ قریب قریب تمام ریاستوں میں دورہ کیا اور والیان ملک کو طرز حکومت میں عمدہ انتظامات قایم کرنے پر مجبور کیا ۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ اوس زمانے سے کئی ہندوستانی ریاستوں کا انتظام بہت پسندیدہ ہوگیا ہے ۔ لارڈ صاحب نے نظام کو پچیس لاکھ سالانہ دینے کا وعدہ کر کے برار کو ممالک متوسط میں شامل کر دیا ۔ نظام کے لئے یہ ناراضی کا باعث ہوا ۔

بنگال کی تقسیم سے تحریک ۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں لارڈ کرزن کچھ دنوں کے لئے ولایت چلے گئے وہاں سے جب واپس آئے تو انتظام کی سہولیت کے لئے اونھوں نے سنہ ۱۹۰۵ء میں صوبہ بنگال کے دو حصے کر دیئے اندنوں

کاروبار کی کثرت ہوگئی تھی۔ اور پوربی بنگال بہار و اوڑیسہ کا انتظام ایک لفٹننٹ گورنر سے نہیں ہوتا تھا اسوجہ سے لارڈ کرزن نے آسام اور مشرقی بنگال کو ملاکر ایک صوبہ بنا دیا اوس کا نام مشرقی بنگال اور آسام ہوا اور مغربی بنگال بہار اوڑیسہ وچھوٹا ناگپور یہ سب ملکر دوسرا صوبہ ہوا۔ پہلے صوبے کا صدر مقام ڈھاکا ہوا۔ اور دوسرے کا کلکتہ رہا۔ دو حصّوں میں دو لفٹننٹ گورنر حاکم ہوئے۔ بنگالیوں نے برخلافی کی فریادیں بلند کیں مگر سرکار نے شنوائی نہ کی۔ بنگالیوں کے ہنگامے بڑھتے گئے۔ گاؤں گاؤں میں کمیٹیاں ہوئیں۔ اضطراب و بیقراری کے مجمعے سر بازار پھرائے گئے۔ مگر سب کچھ بے سود ہوا۔ سرکار نے ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء میں بنگال کو تقسیم کرہی دیا۔ بنگالیوں نے ولایتی دستکاریوں کا استعمال چھوڑ دیا اور دوسروں سے بھی نہایت اصرار کیا کہ صرف دیسی کپڑے پہنیں۔ تمام بنگال میں نارضامندی کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اسی مخالفت کا نام کچھ دنوں بعد "سودیشی مخالفت" ہوگیا۔

رخصتی۔ اس کے بعد ایک مہینے کے اندر ہی لارڈ کرزن اور جنگی لارڈ کچنر کی رائے میں اختلاف پڑ گیا۔ لارڈ کرزن چاہتے تھے کہ وایسرائے کی کونسل میں جنگی ممبر ہونے کا منصب بدستور قایم رہے۔ غرض یہ ہے کہ جنگی لارڈ کو محض اپنی حسب رائے سب کام کرنے میں مزاحمت کریں۔ جنگی لارڈ نے کہا کہ فوجی محکمہ میں دو بڑے افسروں کی ضرورت نہیں۔ جنگی لارڈ ہی

جنگی ممبر کا کام بھی انجام دیسکتا ہے ۔ سکریٹری آف اسٹیٹ نے جنگی لارڈ کا کہنا مان لیا اسلئے لارڈ کرزن نے استعفا دیدیا ۔

(۱۲) لارڈ منٹو دوم (سنہ ۱۹۰۵ء سے سنہ ۱۹۱۰ء)

سنہ ۱۹۰۵ء میں پرنس آف ویلز جو اب شہنشاہ جارج پنجم ہیں یہاں آئے ہندوستان کے بڑے شہروں میں گئے لوگ ان کے آنے سے خوش ہوئے ۔

ملکی معاملات کی تحریک ۔ بنگال کی تقسیم سے سنہ ۱۹۰۵ء میں جو تحریک ہوئی تھی وہ تمام ملک میں سرایت کر گئی ۔ آسام سے پنجاب تک اور پونا سے مدراس تک لوگ اسی خیال میں مصروف ہو گئے ۔ لوگوں میں بہت اضطراب پھیل گیا اخباروں کی تقریروں سے اور اشتعال ہوتا تھا ۔ تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی انحراف پیدا ہو گئی اور مغربی ادبیات سے مذاق آزادی پاکر یہ شکایت کرنے لگے کہ بدگمانی کے سبب سے سرکار ہم کو انتظام میں مدد پہونچانے کا موقع ہی نہیں دیتی ۔

جب ہر سال نیشنل کانگریس کی طرف سے سرکار کے پاس عرضیاں بھیجی گئیں اور کوئی نتیجہ نہوا تب اس طرح سے زبانی دادفریاد کرنے کو فضول سمجھکر کچھہ لوگوں نے کام کرنے پر زیادہ زور دیا ۔ ان خیالات کے لوگوں کا نام گرم دل ہو گیا ۔ اس کے پیشوا لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک ہوئے ۔

کانگرس کے طرفدار نرم دل مشہور ہوئے۔ انکے پیشوا گوپال کرشن گوکھلے اور سورینددر ناتھ بنرجی ہوئے سنہ ۱۹۰۷ء میں گرم دل والوں نے کانگرس پر غلبہ کرلیا۔ پھر مغربی مُلکوں کے بغاوت پسندوں کی پیروی کرکے ایک نیا دل قایم ہوا ان لوگوں نے بنگال۔ پنجاب۔ پُونا۔ اور دوسرے مقاموں میں پوشیدہ جماعتیں بنائیں اور باغی ہونے کی سازشیں کیں۔ بم پھینکے۔ ڈکیتی کی اور کچھہ دیسی اور کچھہ انگریزی افسروں کو قتل کیا۔ ریل کی سڑکیں اُکھاڑنے اور دیسی سپاہیوں کو بھڑکانے کی بھی کوششیں کیں۔ اسوقت سرکار کی تجویز سے گرم دل والوں کے دبانے کے لئے نہایت سخت قانون بنائے گئے۔ اور نرم دل والوں کو اصلاحوں کے ذریعے سرکار کا طرفدار بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ اس لئے مجمعوں میں سرکار کے خلاف بیان اخباروں میں خلاف سرکار لکھنا اور اسکول اور کالج کے طالب علموں کے لئے معاملات مُلکی میں شامل ہونا مسدود کر دیا گیا۔ عمال نویسوں نے اس وقت بہت سخت گیری شروع کی اور بہت لوگوں کو گرفتار کرلیا۔ ان مفسدوں کی سزائیں بھی بہت شدید ہوئیں اور بہت سے جلا وطن کئے گئے۔ ایک بات بہت خوشی کی ہے کہ ان فتنہ پردازوں کی تعداد بہت کم تھی۔ دانشمند لوگ ان فساد کرنے والوں کی حرکتوں کو بالکل ہی ناپسند کرتے تھے مگر اپنی جگہہ پر اتنی شکایت ضرور کرتے تھے کہ حکومت کے انتظامی کاروبار میں سرکار ہم لوگوں کو شریک نہیں کرتی۔ مسلمان لوگ بھی اسی وقت بیدار ہوئے اور سنہ ۱۹۰۸ء میں مسلم لیگ کی

پہلی مجلس ہوئی۔

کونسل ایکٹ سنہ ۱۹۰۹ء ۔ لارڈ منٹو اور لارڈ مارلے سکریٹری آف اسٹیٹ نے نرم دل والوں کے راضی رکھنے کو پارلیمنٹ سے ایک نیا قانون شایع کیا۔ اس کا نام انڈیا کونسلس ایکٹ پڑا (سنہ ۱۹۰۹ء) اسکے مطابق وایسرائے کی قانونی مجلس میں ساٹھ ممبر کر دئیے گئے۔ ان میں سے پچیس ممبر لوگوں کی طرف سے چُنے جاتے تھے۔ ہر صوبے کے قانونی مجلسوں میں بھی ممبروں کی تعداد زیادہ کی گئی۔ وایسرائے کے کاروباری انجمن میں ایک ہندوستانی ممبر بھی داخل کیا گیا۔ سکریٹری آف اسٹیٹ کی انڈیا کونسل میں دو ہندوستانی ممبر داخل کئے گئے اسی قانون کے اجرا سے مسلمانوں کو یہ حق ملا کہ اپنی جماعت کے لئے خود جدا گانہ ممبر چنیں۔ یہ بات ماننی ہی پڑیگی کہ اس قانون سے ہندوستانیوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوا۔ پھر لوگوں کو یہ عذر ہوا کہ اس اصلاح سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ قانونی انجمن میں سرکاری ممبر زیادہ ہیں پس کثرت رائے سرکار ہی کی طرف ہوگی پھر شور و خروش ہونے لگا۔

شاہنشاہ جارج پنجم ۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء میں ملک معظم اڈورڈ ہفتم نے رحلت فرمائی۔ آپ بہت اصلح پسند تھے ان کے بعد جارج پنجم شہنشاہ ہوئے (۲۲ جون سنہ ۱۹۱۰ء)۔ اسی سال لارڈ منٹو ولایت گئے۔

(۱۳) لارڈ ہارڈنج دوئم سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۱۶ء ۔ لارڈ ہارڈنج دوم کے عہد میں دو ماجرے ایسے ہوئے کہ ہرگز فراموش ہونے کے لایق نہیں۔ اول تو

یہ کہ ہمارے شہنشاہ ہمارے مُلک میں آئے دوئم یہ کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں جرمنی سے لڑائی چھڑ گئی - لارڈ ہارڈنج کے دل میں یہاں کے لوگوں کی محبت تھی انھوں نے بہت سی باتیں درست کیں جس سے لوگوں کا جوش وخروش دھیما ہوگیا اور یہ بھی اون سے وعدہ کیا گیا کہ انتظام سلطنت میں یہاں کے لوگوں کو زیادہ مداخلت دیجائیگی - اس سے لوگوں کو کسیقدر دلجمعی ہوئی - پھر بھی بغاوت پسندوں کی تحریک موقوف نہ ہوئی سنہ ۱۹۱۲ء میں دہلی کے داخلے کے وقت لارڈ ہارڈنج پر بم پھیکا گیا مگر خوشی کی بات ہے کہ اونکو نقصان نہیں پہونچا -

شاہنشاہ کی تاجپوشی - جارج پنجم ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء کو ولایت سے روانہ ہوئے اور ساتویں دسمبر کو دہلی میں ورود فرمایا - بڑے جلوس کے ساتھ اوسی دن شہر کی سیر فرمائی - ۱۲ دسمبر کو وہاں دربار ہوا - مہاراجاؤں نے اور تمام رؤسائے جلیل القدر نے اون کو اپنے شہنشاہ ہونے کا اقرار کیا - اس کے بعد مُلک کے ہر خاص و عام کو اُنھوں نے اپنے دیدار سے شاد فرمایا - اوسی دن ہندوستان کے ہر شہر میں ایک دربار ہوا - اسکول کے لڑکوں کو مٹھائی بانٹی گئی اور ہر طالبعلم کو یادگاری کے لئے ایک ایک تمغہ ملا - ترانہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچگیا - دلوں میں جو سرکار کے خلاف ولولے پیدا ہوئے تھے محو ہوگئے - مفسدوں کی گردن نیچی ہوگئی - ہندوستانیوں کو یقین ہوگیا کہ شاہنشاہ ہم سے محبت

رکھتے ہیں۔

انتظام میں تبدیلیاں۔ شاہنشاہ نے اُسی وقت سرکاری انتظام میں تبدیلیاں کردیں۔ دارالسلطنت کلکتے سے دہلی کر دیا۔ بنگال کی تقسیم منسوخ کردی گئی بنگال ایک گورنر کے ماتحت ہوا اور آسام بدستور سابق چیف کمشنر کے اختیار میں رکھا گیا۔ بہار۔ اوڑیسہ۔ چھوٹا ناگپور ملا کر ایک صوبہ قایم ہوا اس کا نام صوبہ بہار و اوڑیسہ ہوا۔ خاص و عام کو تعلیم کی برکت پہونچانے کے لئے پچاس لاکھ روپیہ بھی منظور فرمایا۔

یورپ کی جنگ عظیم سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۸ء۔ چند سال گذرے کہ تمام مُلک میں جشن ہوا تھا کہ ہمارے سرکار کی یورپ کی جنگ عظیم میں فتح ہوئی گوکہ یورپ کی جنگ عظیم سے ہندوستان کا تعلق نہیں رہا پھر بھی ہندوستان نے اس لڑائی میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھا کیونکہ یہ مُلک شائستہ دنیا کا ایک حصّہ ہے اپنے شہنشاہ اور سلطنت برطانیہ کی حفاظت کا لحاظ بہت رکھتا ہے۔ اس مُلک نے اس فرض عظیم کو آخر وقت تک بنایا۔

لڑائی میں ہندوستانیوں کی مدد۔ شاید جرمنوں کو یہ خیال آیا کہ جب ہم انگریزوں سے سرمیدان جنگ آئینگے تو ہندوستانی رعیّت ہمارے ملنے پر آجائیگی اور اپنی سرکار سے باغی ہو جائیگی۔ مُلک ہند ایسی ترکیب سے مُفت ہاتھ آجائے گا مگر یہاں معاملہ برعکس ہوا۔ اس ملک کے

کونے کونے چپے چپے سے یہاں کے لوگ اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے بادشاہ کے لئے جان دینے کو مستعد ہو گئے۔ گاؤں گاؤں سے لڑائی کے خرچ کے لئے روپئے ملگئے۔ والیان ملک نے نقد روپئے بھی دیئے اور اپنی سب فوج بھی سرکار کے لئے حاضر کر دی۔ مہاراج ریواں نے اپنے تمام زیور وجواہرات دے دیئے۔ مہاراجہ بیکانیر نے سیکڑوں اونٹ دیئے مہاراجہ ہلکر اور بیگم صاحبہ بھوپال نے جہازی اسپتال مہیا کر دیئے۔ مہاراجہ سندھیا نے موٹرگاڑیوں کا ایک انبوہ مہیا کر دیا۔ مہاراج بنارس نے زخمی سپاہیوں کے لئے ایک اسپتال کھولدیا۔ غریبوں نے سرکار کو قرض روپیہ دیئے۔ ہندو اور مسلمان ایک دل ہوکر اپنے بادشاہ کی خلوص و محبت کو ظاہر کرنے لگے۔ اپنی اپنی کمیٹیاں ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگوں نے متواتر کیں کہ سرکار کی مدد کی تدبیریں نکالیں۔ پچاس لاکھ سپاہی ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ اور ہر براعظم سے جرمن کے مقابلے میں لڑنے کو کمر بستہ ہو گئے۔ ہندوستانی سپاہیوں نے بہادری کے لئے گیارہ وکٹوریا کراس اور سیکڑوں طرح کے انعام پائے۔ جودھپور۔ بیکانیر۔ پٹیالہ۔ کشن گڈھ اور کئی ریاستوں کے مہاراج خود لڑائی میں جاکر شریک ہوئے۔ نوجوان لوگ لشکر محافظت ہند میں داخل ہوئے یہ وفاداری اور جاں نثاری دیکھکر ہمارے بادشاہ بہت خوش ہوئے۔ اور ہندوستانیوں کی تعریف کرکے اون کا دل اور بھی بڑھایا۔ اوسی وقت بغاوت پسندوں کے ہنگامے کو خاموش کرنے کے لئے اور کارہائے جنگ

میں مدد دینے کے واسطے سنہ ۱۹۱۵ء میں ڈفینس آف انڈیا ایکٹ جاری کیا گیا۔ وہ وقت بہت خطرناک تھا اسلیئے اوس قانون کے جاری کرنے میں سرکار کو کچھ دقت نہ ہوئی۔

نتیجہ۔ اس لڑائی سے ہندوستان کے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔ اسکے پہلے یہ مُلک محض سرکار انگریزی کی عملداری میں ایک معمولی علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اسکی رائے نہیں پوچھی جاتی تھی مگر اس جنگ عظیم کے بعد دوسرا نقشہ ہوگیا۔ اب انگلستان اس مُلک کو بھی کناڈا۔ اسٹریلیا اور ایسی بڑی بڑی آبادیوں کے برابر سمجھنے لگا۔ جیسے سرکار برطانیہ نے اون مُلکوں کو اپنے اپنے مُلک کی حکومت دیدی ہے۔ اسی طرح ہندوستان کو بھی سوراج دینے کا وعدہ کیا ہے۔

ستائیسویں اگست سنہ ۱۹۱۷ء کو سکریٹری آف اسٹیٹ نے ولایت کے پارلیمنٹ کی طرف سے وعدہ کیا ہے کہ رفتہ رفتہ اہل ہند کو سوراج ملجائے گا۔ دنیا کے اور اور آزاد مُلکوں کی طرح ہندوستان سے بھی لارڈ سنہا (جو اسوقت سر ستندر سنہا کہلاتے تھے) اور مہاراجہ بیکانیر صلح کی انجمن میں ممبر بنے اور فرانس تشریف لے گئے۔ وہاں ان جلیل القدر صاحبوں نے اپنی رائے دیکر اپنے مُلک کی عزت و آبرو کو دوبالا کر دیا۔ جب اہل انگلستان نے ہندوستانیوں کو اپنے برابر کا درجہ دیا تو دنیا کی اور قوموں کی نظر میں بھی اونکی وقعت زیادہ ہوگئی اور اونھیں اپنے برابر سمجھنے لگی۔ تب ہی سے ہندوستان کے وکیل سب جامع الاقوام کانفرنسوں میں مثلاً لیگ آف نیشن لیبر کانفرنس۔

ڈس آرمامنٹ کانفرنس میں شامل ہونے لگے ۔ بڑے بڑے عہدے جو پہلے ہندوستانیوں کو نہ ملتے تھے ۔ آجکل وہ نوکریاں ہم لوگوں کو بھی ملنے لگیں ۔ لارڈ سنہا انڈر سکریٹری آف اسٹیٹ کے اعلیٰ عہدے پر منعقد ہوئے اور ہمارے بادشاہ کے وزیروں میں داخل ہوئے ۔ لارڈ سنہا ایک عرصے تک وایسرائے کے ممبر قانونی بھی مقرر ہوئے تھے ۔ لارڈ سنہا بہار اور اُڑلیہ صوبہ کے گورنر کا کام بھی انجام دے چکے ہیں ۔ جنگ عظیم جب آغاز ہوئی اور یورپ سے مال تجارت کا آنا بند ہوگیا ۔ اُسوقت ہمارے ہندوستانی بھائیوں کو معلوم ہوا کہ ہم اپنے روزانہ کاروبار میں بھی کسقدر محتاجی رکھتے ہیں ۔ اس کا فائدہ یہ نکلا ۔ لڑائی ختم ہوتے ہی نئے نئے کلوں اور کارخانوں کی کثرت ہوگئی ہر روز ا دن میں ترقی ہونے لگی ۔ امیروں نے تجارت کرنا اکثر اختیار کیا ۔ مُلک میسوپوٹامیا سرکار انگریزی کے قبضے میں میں جو آگیا تو اس سے فائدہ یہ ہوا کہ یورپ کا کوئی حملہ آور پچھم کی طرف سے خشکی کی راہ نہیں آسکتا ۔

لارڈ ہارڈنج کی رخصتی ۔ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء میں لارڈ ہارڈنج وطن کو روانہ ہوئے مگر اُسوقت تک یہ لڑائی تمام نہ ہوئی تھی ۔ تشریف لیجانے کے پہلے انھوں نے بنارس میں ہندو وشوودیالہ کی بنیاد ڈالی ۔ یہ ہندستان کی پہلی غیرسرکاری یونیورسٹی ہے ۔

(۱۴) لارڈ چیمسفورڈ سنہ ۱۹۱۶ء سے سنہ ۱۹۲۱ء اسی مہینے میں لارڈ چیمسفورڈ

وائسرائے ہوئے۔ انکے عہد میں بڑے زور شور سے یورپ کی لڑائی ہو رہی تھی۔ انھوں نے بغاوت پسندوں کو دبانے کے لئے کئی سخت قانون جاری کئے کچھ لوگ اون سے مخالف ہو گئے۔ پھر بھی انھوں نے اپنا فرض جیسا چاہیئے ویسا ادا کیا۔ سنہ ۱۹۱۸ء کی گیارہویں نومبر کو یہ لڑائی موقوف ہوئی۔ اب اس مُلک والوں کو ایک نئی آفت کا سامنا ہوا۔ ایک نیا بخار جسکو انفلوینزا کہتے ہیں تمام مُلک میں دائرہ سائرہ ہو گیا اور کروڑوں آدمی مر گئے۔

مُلکی حالتیں۔ اُدھر مُلکی معاملوں کے آسمان میں ابر محیط ہو رہا تھا لوگوں کی مخالفت پر بھی سرکار نے بغاوت پسندوں کو جلد دبانے کے لئے رولٹ ایکٹ ایک قانون جاری کیا۔ انھیں دنوں اس مُلک کے مسلمانوں نے خلافت کی تحریک شروع کر دی تھی۔ موہن چند کرم چند گاندھی (مہاتما پیدائش سنہ ۱۸۶۹ء) نے اُسی وقت مسلمان اور ہندو اہالیان تحریک کو متفق کرکے ایک زیادہ وسیع تحریک شروع کر دی۔ انھوں نے پہلے پہل ستیاگرہ (جان بوجھ کر خاص خاص قانونکا توڑنا) جاری کر دیا۔ اس کے سبب سے چند لوگ قید ہوئے پھر بھی تحریک کا انسداد نہوا۔ ہمّت پاکر لوگوں نے امرتسر۔ لاہور۔ دلی۔ احمد آباد اور دوسرے شہروں میں فساد کیا مگر غیر مسلح لوگوں کے فساد جلد دبا دیئے گئے۔ امرتسر کے فساد کے دبانے میں جنرل ڈائر نے بے ضرورت بہت زیادہ سختی کی۔ اُس نے جلیان والے باغ کی مشہور مجلس میں حاضرین مجلس میں سے بہت لوگوں پر گولی چلائی اور امن قائم رکھنے کے لئے سرکار نے

معاً مارشل لا جاری کیا۔ اِن دنوں امرتسر اور لاہور کے لوگوں پر بڑے
ظلم کئے گئے پھر سرکار نے اِن افسروں کے اِن نامناسب کاموں کے لئے
معافی کا ایک ایکٹ جاری کرالیا۔ اس سے تمام مُلک میں ناراضامندی کی
آگ بھڑک اوٹھی۔

افغانستان سے تیسری لڑائی سنہ ۱۹۱۹ء

سنہ ۱۹۱۹ء کے شروع میں سازش سے افغانوں نے امیر حبیب اللہ خاں کو
مار ڈالا اسکے بعد اوس مُلک میں بلوہ ہوا اور امان اللہ مسند نشین ہو گئے
افغانستان کو اندرونی خرابیوں سے بچانے کے لئے اور رولٹ ایکٹ سے
ہندوستانی مسلمانوں کو آیندہ مذہبی ظلم سے بچانے کے لئے امیر نے سرحد
صوبہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن انگریزی فوج نے انھیں کئی جگہ بے طرح ہرا دیا۔
انھوں نے دّرہ خیبر سے کابلیوں کو ہٹا دیا۔ اور شہر پر دخل کر لیا۔ اُسیوقت
انگریزوں کے ہوائی جہازوں نے کابل اور جلال آباد والوں پر بہت سے
بم پھینکے اس کے بعد امیر امان اللہ نے صلح کر لی۔

اوس کے کمزور ہو جانے کے سبب سے آجکل افغانستان کی قدر کچھ بھی
نہیں ہے۔ اسلئے انگریزی سرکار نے امیر کو سالانہ مدد دینی بند کر دی اور
لڑائی کے سامان دینے سے بھی ہاتھ کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی امیر کو اور
بیرونی طاقتوں سے سیدھا علاقہ رکھنے کی پوری آزادی دی گئی۔

صلح کی خوشی ۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں ماہ دسمبر کے درمیان یورپ کی بڑی لڑائی میں فتح ہونے کی خوشی بڑے دھوم دھام سے منائی گئی۔ مگر گرم دل والوں نے اس خوشی میں کچھ حصّہ نہ لیا۔

سنہ ۱۹۱۹ء کا اصلاحی قانون ۔ ذکر ہو چکا ہے کہ جنگ عظیم میں ہندوستانیوں کی وفاداری اور جاں نثاری نے سرکار انگریزی کو بہت خوشنود کر دیا۔ اِسکے عوض میں ہندوستانیوں کو سوراج دینے کا انتظام ہونے لگا۔ ہندوستانیوں میں پورے آزاد ہونے کی قابلیت نہ پائی گئی۔ اس سبب سے ولایت کے پارلیمنٹ نے یہ وعدہ کیا کہ آہستہ آہستہ سوراج ملیگا۔

سنہ ۱۹۱۷ء کی بیسویں اگست کو سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا مان ٹیگو صاحب نے برملا پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ شاہنشاہ کی طرف سے پارلیمنٹ ہندوستان میں رفتہ رفتہ ایسا طرز حکومت قایم کرے گا جسکا کُل انتظام اسی مُلک کے باشندے کرسکیں اور اسیطرح بتدریج قلیل عرصہ میں وہاں سوراج قایم ہوجائیگا۔ اوسی سال ماہ اکتوبر مسٹر مان ٹیگو خود ہندوستان میں آئے اور وایسرائے کو ساتھ لیکر تمام مُلک میں دورہ فرمایا اور اوس امر خاص میں ذی مرتبہ لوگوں سے صلاح پوچھی۔ مانٹیگو صاحب نے ولایت پہونچکر ایک رپورٹ پیش کیا۔ اس رپورٹ کا نام مان ٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ یا مانٹ فورڈ رپورٹ ہوگیا۔ اس رپورٹ کے مطابق پارلیمنٹ نے سنہ ۱۹۱۹ء کا قانون اصلاح جاری کیا یعنیا انتظام۔ اس قانون کے اجرا سے سرکار ہند میں بہت ردّو بدل

ہوگئی۔ بنگال بمبئی اور مدراس کے طور پر ممالک متحدہ صوبہ پنجاب۔ صوبہ بہار اوڑیسہ۔ ممالک متوسط اور آسام میں ایک ایک گورنر کا تقرر ہوا۔ ہر گورنر کی مدد کو ایک مختصر عملی مجلس مقرر ہوگئی جسکے آدھے ممبر ہندوستانی ہونگے۔ نئے نئے قانون اجرا کرنے کے لئے۔ محصول لگانے کے لئے۔ سالانہ حساب منظور کرنے کے لئے۔ ہر صوبے میں ایک قانونی مجلس ہوگی۔ اس مجلس کے ممبر زیادہ تر غیر سرکاری اور انتخاب کئے ہوئے ہونگے۔ ملک کی تعلیم۔ تجارت کارخانجات۔ حرفت۔ حفظان صحت۔ میونسپلٹی۔ ضلع بورڈ۔ سرکاری مکانات۔ سڑک نہریں اور اس قسم کی چیزوں کی حفاظت و نگرانی کے لئے۔ مجلس قانونی کے ممبروں میں سے دو یا تین ہندوستانی افسر مقرر ہونگے ان ممبروں کو منسٹر کہتے ہیں۔ انکو ہر کام گورنر کے اتفاق رائے سے کرنا ہوگا۔ اسی انتظام کے مطابق ہر صوبے کی سرکار کو آمدنی و اخراجات کا پورا اختیار دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے صوبے کی سرکاروں میں دوہرے انتظام کی رسم جاری ہوگئی۔ انتظام کا کام کچھ سرکار کرنے لگی اور کچھ منسٹر۔ اس قانون کے سبب سے سرکار ہند میں بھی بہت تغیرات ہوگئے۔ وایسرائے کی کاروبار مجلس میں کم سے کم تین ہندوستانی ممبروں کا تقرر تجویز ہوا اور باقی تین ممبر انگریز قرار دیئے گئے۔ سارے ہندوستان میں قانون بنائے گئے۔ سالانہ حساب منظور کرنے۔ ٹیکس لگانے اور باہر سے آئے ہوئے مال پر محصول لگانے کے لئے ایک بڑی قانونی مجلس قایم ہوگئی۔ اس مجلس کے ممبر زیادہ تر انتخاب کئے ہوئے

ہونگے - اس مجلس کے قوانین مجاریہ پر نظرثانی کرنے کے واسطے ایک اور مجلس مقرر ہوگئی - اس مجلس کا نام ریاستی مجلس رکھا جائے گا - ضرورت ہوگی تو وایسرائے یا صوبے کے گورنر کو مجلس کے مسترد کردہ بلوں کو جاری کرانیکا اختیار ہوگا - اس میں بھی چند ممبر غیر سرکاری ہونگے - وایسرائے سے ان مجلسوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے گا - ہندوستانی ریاستوں کے خیر اندیشی کی نظر سے ایک مجلس والیان ملک منعقد ہوگی - اوس مجلس کا نام "مجلس والیان ملک" ہوگا - اس کے ممبر سب دیسی رجواڑے ہونگے" ولایت کی انڈیا کونسل میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد بڑھادیجائے گی - اسی وقت سکریٹری آف اسٹیٹ اور انڈیا آفس کا کچھہ زر اخراجات سرکار ولایت سے ملے گا" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ کی نظر انڈیا آفس کے کاروبار پر زیادہ رہنے لگی - پارلیمنٹ کی طرف سے تمام سرکار ہند کے کاروبار کی نگرانی کیلئے جائینٹ کمیٹی قایم ہوگی - اور سکریٹری آف اسٹیٹ اور سرکار ہند کی مدد کے لئے ایک ہائی کمشنر مقرر کئے جائینگے -

شاہنشاہی اشتہار ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۹ء - اس نئے قانون پر عمل درآمد یکم جنوری ۱۹۲۱ء سے شروع ہوا - جس دن بادشاہ نے اس قانون کے اجرا کی اجازت دی اوسی دن ایک اشتہار بھی شایع فرمایا اس اشتہار میں بادشاہ نے اون تدبیروں کا ذکر کیا جو سرکار انگلستان ہندوستانی لوگوں کی بہبودی کے لئے کام میں لائے - اور اہل ہند سے اپنی خواہش

یہہ ظاہر کی کہ آپ لوگ اپنے مُلک کے انتظامی معاملوں میں مدد کیا کیجئے پھر سرکار اور غیر سرکاری لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ باہم اتفاق کے ساتھ سب ایسے کام انجام دیا کیجئے جس سے مُلک والے پُرانی سختیوں کو بھُول جائیں۔ اسی لئے بادشاہ نے سب بغاوت پسندوں کو معاف کر دیا۔

مُلکی حالت۔ اس طرح سرکار کے کہنے پر بھی مُلکی حالت میں کچھہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ گرم طبقے والوں نے رفارم ایکٹ کے مطابق کام کرنے سے انکار کیا۔ مارشل لا اور خلافت کے متعلق جو برتاؤ کیا گیا تھا اوس کے خلاف مہاتما گاندھی نے ترک معاملات کی بڑی وسیع تحریک شروع کر دی۔ اس تحریک کے کرنے میں عام لوگوں کو ان چند باتوں کی ہدایت کی۔ ولایتی لباس کا استعمال ترک کر کے کھدر کے کپڑے پہننا جن ذات والوں کو چھُونے سے عموماً پرہیز کرتے ہیں اُنکی اصلاح کی فکر۔ سرکار کے قائم کئے ہوئے اسکول۔ کالج۔ عدالت۔ خطابوں سے اور ملازمت وغیرہ سب تعلقات سے علٰحدہ ہو جانا۔ اگر سچ پوچھئے تو ایسی عجیب مخالفت دنیا کی تواریخ میں اور کبھی نہیں ہوئی۔ اس تحریک سے اصل میں اس قاعدے کی پابندی تھی کہ افعال۔ خیالات اور اقوال سے مخالف فریقوں سے نفرت۔ عداوت و بدسلوکی کچھہ نہ کریں۔ پھر بھی نرم طبقے والے اور مرہٹے اس دستور العمل کے برخلاف تھے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں پنڈت بال گنگا دھر تلک کے مرنے کے بعد گرم طبقے کے خاص پیشوا گاندھی جی بن گئے۔ اسی سال ناگپور کانگرس نے بھی اونکے قواعد کو مان لیا۔

ادھر اصلاح شدہ کونسل کا انتخاب ختم بھی ہو گیا مگر تارکان موالات اسمیں شریک نہ ہوئے - نرم طبقے کے سب بڑے بڑے پیشوا جب منسٹر وغیرہ بنگئے تب اس طبقے کا رسوخ بالکل جاتا رہا - اسی وقت لارڈ سینڈ ریرسن سنہا بہار اوڑلیسہ صوبہ کے گورنر مقرر ہوئے - سنہ ۱۹۲۱ء کی فروری میں ڈیوک آف کناٹ نے اصلاح شدہ کونسل اور اسمبلی کا آغاز کیا - اسکے بعد ہی لارڈ چمسفورڈ وطن چلے گئے - انھوں نے ہندوستان کی طرف سے سپاہی - زر نقد اور سامان جنگ وغیرہ پہونچاکر جنگ جرمن کی فتح ہونے میں بہت امداد کی - بیرونی قوموں کو شریک کرکے جو چند کانفرنس ہوئے ان میں انھیں کی کوشش سے ہندوستان کے باشندوں کو جگہ ملی - سلطنت برطانیہ کے دوسرے دوسرے حصوں میں (بجز افریقہ) برابر حقوق ملے اور فوجی محکمے میں بھی ہندوستانیوں نے اعلیٰ عہدے پائے -

(۱۵) لارڈ ریڈنگ سنہ ۱۹۲۱ء سے سنہ ۱۹۲۶ء

مُلک کی حالت - جب وقت لارڈ ریڈنگ اس مُلک میں آئے اُسوقت یہاں کا رنگ کچھ اور ہی تھا - ترک موالات کی تحریک بڑے زور شور میں ہو رہی تھی - خلافت کو مستقل بنانے کے لئے مسلمانوں نے ہندو تارکان موالات کا ساتھ دیا تھا - تمام مُلک میں سخت تلاطم تھا - مگر بغیر جبر کے ترک موالات کا جاری کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا سچائی پر ثابت قدم رہنا دشوار ہے -

پھر غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب عوام کے دل میں انتقام کا خیال آجانا فطرت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گردوارا کی اصلاح کرتے وقت سکھ اکالیوں نے ترن تارن اور دوسرے مقاموں میں بہت خونریزیاں کیں اور ہندو مہنتوں کو خوب لوٹا۔ ملابار کے باشندے عرب کے موپلا مسلمانوں نے سوراج قائم کر کے ہندؤں پر بہت تشدد کیا۔ "علی بھائی" سیدھے سادے نادان مسلمانوں میں تعصب مذہبی پھیلانے لگے اور اونکو سرکار سے انحراف پر ترغیب دینے لگے کچھ لوگ امیر کابل کی مدد سے اسلامی ریاست قائم کرنے کا خواب دیکھنے لگے۔ اتحاد قائم رکھنے کے لئے گاندھی جی نے جو اکثر حقوق مسلمانوں کو دیئے تھے اس سے ہندو شکایت کرنے لگے۔

ایسی حالت میں ہمارے موجودہ پرنس آف ویلز کا ورود ہوا (سنہ ۱۹۲۱ء)۔ تارکان موالات نے ان کا استقبال بھی نہ کیا۔ اور اوسی دن بمبئی میں ایک سخت ہنگامہ ہوگیا۔ تمام ملک میں بدامنی کی آگ نہایت شعلہ ور دیکھکر لارڈ صاحب گاندھی جی سے صلاح آمیز مشورت کرنے پر مستعد ہوئے۔ اس کے پہلے ہی "علی بھائی" سپاہیوں کو ترغیب دینے کے جرم میں دو برس کے لئے قید کئے گئے تھے انھیں دنوں گجرات کے بردولی تحصیل میں قانون کی نافرمانی کی تیاری ہو رہی تھی۔ ادھر گورکھپور کے پاس چوری چورا میں عوام نے سرکشی کا زور باندھا سنہ ۱۹۲۲ء۔ اس سبب سے گاندھی جی اپنے حد اختیار پر خیال کرکے ترک موالات کے سرکار سے متعلق حصے کو مسدود کر دیا۔ اس باعث سے وہ مثل پہلے کے

ہر دل عزیز نہ رہے۔ موقع پاکر سرکار نے نافرمانی حکم کے جرم میں انکو چھ سال کے لئے قید کر دیا۔ اس طرح روحانی طاقت کے وسیلے سے سوراج پانے کی امید مٹ گئی۔

اوسی وقت سے ترک موالات کے حوصلے میں کمزوری دیکھکر بنگال کے چت رنجن داس نے سوراج دل قائم کیا۔ اس کا مقصود یہ تھا کہ کونسل میں جاکر متواتر خلاف سرکار رائے دیکر دوہرے انتظام (ڈائرکی) کو مٹا دیں۔ سوراج دل والے بنگال اور ممالک متوسط میں بڑی کامیابی کے ساتھ کام کرتے رہے۔ یہانتک کہ کچھ دنوں کے لئے اون صوبوں کی سرکاروں کو بیکار کر دیا۔ مگر سنہ ۱۹۲۵ء میں جب داس صاحب نے انتقال کیا تو سوراج دل والوں کے کاروبار میں کمزوری آگئی۔ ادھر ترک موالات میں کمزوری آئی اودھر بغاوت پسندوں نے زور باندھا۔ بنگال میں کئی جگہہ ڈاکہ مارا پوشیدہ خون کئے۔ ڈاکخانے لوٹ لئے اور بم پھینکے۔ ان کو دبانے کے لئے سرکار نے بہتوں کو بنگال سے شہر بدر کر دیا۔

مذہبی تنازع۔ ترک موالات کے وقت میں گاندھی نے بڑی تاکید کی تھی کہ سب لوگ اپنے مذہبی خیالات کی کامل حفاظت کریں۔ اسلئے ہندو مسلمانوں دونوں دین والوں میں کچھ تعصب پیدا ہوگیا۔ پس ترک موالات میں نقص پیدا ہوتے ہی ہندو مسلمانوں میں جو محض ظاہر داری کا اتحاد ہوا تھا اسکا بھی خاتمہ ہوگیا۔ ہر طرف ہندو مسلمان مذہب کے معاملوں میں باہم لڑنے

مرنے لگے - کوہاٹ کے ہنگامے (سنہ ۱۹۲۴ء) کے بعد گاندھی جی نے اکیس دن تک فاقہ کیا - اسپر مُلک کے بڑے بڑے لوگوں نے اتحاد انجمن کی پر کچھ عمدہ نتیجہ نکلا ہندو شدھی سنگٹھن کرنے لگے اور مسلمانوں نے تنظیم اور تبلیغ کرنے میں اپنی طاقت صرف کی ابھی بنگال میں سخت ہنگامہ برپا ہوگیا ہے (سنہ ۱۹۲۶ء)۔ حالت دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ جبتک جماعتی اغراض کے چھوٹے خیالات کو چھوڑکر ہندو و مسلمان مُلک اور خلائق کی رفاہ پر نظر نہ کریں گے اور بالاتفاق کام نہ کرینگے تب تک امن قائم ہونے کی کوئی اُمید نہیں - ہندو مسلمانوں کے دین میں نہیں مگر تہذیب و خیالات مُلکی میں اتحاد ہونا ممکن ہے -

دوسرے واقعات - لڑائی کے بعد جب سرکار کے اخراجات بڑھ گئے تو نئے نئے محصول لگائے گئے اور مالی حالت کی تحقیق کرنے کے لئے انچ کیپ کمیٹی قائم کی گئی - اس نے خرچ کی کمی کی تدبیریں بتائیں - لی کمیشن کی ہدایت کے مطابق سول سروس والوں کی تنخواہ بڑھا دی گئی - فوجی محکمے میں ہندوستانیوں کو اعلےٰ عہدے دینے کے لئے سرکار نے دیرہ دون میں ایک فوجی کالج قائم کیا اور سانڈہرسٹ کے فوجی مدرسے میں دس ہندوستانی شاگردوں کے لینے کا انتظام ہوا - سنہ ۱۹۲۳ء میں نابھہ اور پٹیالہ ریاستوں میں باہم نزاع ہوا اس سبب سے راجہ نابھہ نے راج سے استعفا دیدیا - سنہ ۱۹۲۵ء میں ہلکر نے بھی راج سے کنارہ کیا - سنہ ۱۹۲۶ء میں لارڈ ریڈنگ وطن کو پھر گئے اور اونکے عہدے پر لارڈ آرون مقرر ہوئے - اب سلطنت کے آسمان پر

پر جو سیاہ ابر گھر آئے تھے وہ سب ہٹ گئے۔ ملک کے چاروں طرف امن کی نسیم دلکشا چلتی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء میں ہم کو کون سے نئے حقوق ملتے ہیں اور نئی اصلاحیں ہوتی ہیں۔ اس اُمید سے ہر دل بھرا ہوا ہے۔

خلاصہ

سنہ ۱۹۰۳ء .... شہنشاہ اڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوئے و تبت پر چڑھائی

سنہ ۱۹۰۵ء ...... بنگال کی تقسیم۔

سنہ ۱۹۰۹ء .... قانون اصلاح جاری ہوا۔

سنہ ۱۹۱۰ء .... شہنشاہ جارج پنجم تخت نشین ہوئے۔

سنہ ۱۹۱۱ء .... شہنشاہ ہندوستان میں تشریف لائے۔ دلی دربار منعقد ہوا۔

سنہ ۱۹۱۴ء .... یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوئی۔

سنہ ۱۹۱۸ء .... یورپ کی لڑائی تمام ہوئی۔

سنہ ۱۹۱۹ء .... افغانستان کی تیسری لڑائی۔ قانون اصلاح جاری ہوا۔

سنہ ۱۹۲۱ء .... ترک موالات کی ابتدا۔

سنہ ۱۹۲۱ء .... پرنس آف ویلز اس ملک میں تشریف لائے۔

سنہ ۱۹۲۲ء .... ترک موالات کا خاتمہ۔



(۴) سرکارِ انگریزی کے تسلط میں مُلک کی حالت

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہمارے باپ داداؤں نے سلطنت مغلیہ کی بنیاد پڑنے میں اسی سبب سے مدد دی کہ اچھی حکومت کے سائے میں امن و اماں سے رہیں۔ غرضیکہ سلطنت مغلیہ اسی لئے قایم ہوئی تھی کہ عمدہ سلطنت کے انتظام کو پورا کرے۔ مغلوں نے ایک ہی طرح کا علم و زبان اور بہت سے ہنر و فن ایک ہی طرح کے جاری کرکے۔ شمالی و جنوبی ہند کو ایک کر دیا۔ اور ہمارے مُلک والے جو سب مُلک والوں سے علیحدہ رہتے تھے اب اس بیگانہ خوی کا خاتمہ ہو گیا۔ بیرونی دنیا کے ساتھ اون سے ربط ضبط ہو گیا۔ یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ انگریزوں نے مغلوں کے ادھورے کام کو پورا کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ خدا نے انگریزوں کو یہاں اسی لئے بھیجا کہ فتنہ و فساد کو نیست و نابود کرکے آرام وسکون کی صورت دکھائیں۔ جو سخت ایذائیں ہم پُرانے وقتوں میں بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں سے اوٹھاتے تھے اب سرکار انگریزی کی بدولت ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آتیں۔ تیمور کی شورشیں نادر شاہ کی غارت گری اور خونریزی آجکل خواب و خیال ہو گئیں ہیں۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں باقی نہ رہیں اور اس سے مُلک کی بےچینی جاتی رہی۔ غریب رعیت کو نہ پنڈاریوں کے غول ستا سکیں نہ مرہٹوں کے رسالے کسی کمزور مفلس کی جان و مال کو۔

کوئی رستم ساز بردست اور قاروں سا دولتمند بھی بُری آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا۔ سرکار رعیت کے ایمان رسم ورواج میں دخل انداز ہونا کیسا خود اون کی حفاظت کرتی ہے۔ اسی سرکار کی طفیل سے جنگلی گنوار شائستگی اور تہذیب میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔

انگریزی حکومت کی خصوصیت۔ حکومت انگریزی میں مغلوں کی سلطنت کی طرح اسی بات کا آرام نہیں کہ منصف حکومت کی لازمی شرطیں پوری کیجائیں۔ بلکہ ہزاروں ایسے ایسے فائدے ہلوگوں کو پہونچتے ہیں کہ حکومت مغلیہ میں اون کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ چند منفعتوں پر خیال کرو۔ ریل کی سواری۔ تار برقی کا پیغام رسانی۔ ڈاک کی قاصدی۔ اخبار کے واقعات نگاری۔ اور سب سے بڑھکر انگریزوں کی تعلیم بخشی وسیلے سے کیسا عالمگیر اتحاد قایم ہوگیا ہے۔ تن تنہا زندگی بسر کرنے کی کلفت ہندوستان سے بالکل اوٹھ گئی اور سب سے ملکر رہنے کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ دنیا کی اور قوموں کے ساتھ برابری کرنے کو یہاں کے لوگ تیار ہیں۔ انگریزی زبان کی تعلیم سے ہم لوگوں میں حب الوطنی کا جوش بھی پیدا ہوگیا ہے۔ ذاتی اور فرقے کی محبت کے عوض مُلکی (ہندوستانی) محبت ہم میں اثر کرگئی ہے۔ یہ وصف ہم لوگوں میں بالکل نیا نمودار ہوا ہے۔ انگریزی حکومت میں رعایا کے حق پر لحاظ ہوئے ہیں۔ اس سے ادنے سے ادنے آدمی کے دل میں آزادانہ خیال نمودار ہوئے ہیں۔

جماعت ۔ شروع میں بودھ مذہب کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے اور پھر اسلام کے روبرو اپنی دینی بڑائی دکھانے کے لئے ہندوؤں نے بہت سخت رسم و رواج جاری کر دیئے تھے ۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ گھر سے باہر جانے کی تلافی میں پراشچت کرنا پڑتا تھا ۔ ہندو اگر سمندر کا سفر کریں یا سر پر چوٹی نہ رکھیں یا ڈاکٹری دوا لیں تو ذات سے باہر کر دیئے جائیں ۔

لیکن ۱۸۳۵ء کی ساتویں مارچ تواریخ ہند کے ورق پر طلائی حرفوں میں لکھی رکھنے کے لایق ہے ۔ اوسی دن لارڈ بینٹنک نے اس ملک میں انگریزی زبان کی تعلیم دینے کا انتظام کیا ۔ البتہ یہ تو ماننا پڑے گا کہ انگریزی تعلیم کا اثر ہمارے ملک کے نوعمر لوگوں پر شروع شروع میں اچھا نہ ہوا ۔ انگریزی خواں خیال کی آزادی پر زیادہ زور دینے لگے ہندو مذہب و رسم و رواج کی طرف سے کنارہ کشی کرنے لگے ۔ بے سمجھے بوجھے ان باتوں پر ہنسنے لگے جو شاستر میں لکھی ہیں ۔ ہندو رسم و رواج کو فضول سمجھنے لگے ۔ بلکہ یہ خیال ہوا کہ ہمپر فرض ہے کہ اونکو اوٹھا دیں رفتہ رفتہ اونکی یہ رائے ہو گئی کہ آزادئے خیال کا مقتضا یہی ہے کہ وہی بات کریں جسکو دل چاہے اور اصلاح یوں ہی ہو گا کہ دینی رسوم کو بالکل مٹا دیں ہندو دیوتا اور دیبیوں کو ماننا کیسا ایک خدا کی ہستی سے بھی انکار کرنے لگے ۔ کم سے کم بنگال اور بمبئی کے نئے انگریزی دانوں کی یہی حالت تھی

بہتیروں نے شراب خواری ۔ ممنوع غذا کھانی ۔ عیسائی اور مسلمانوں کے ساتھ کھانا پینا اسی کو اصلاح اور تہذیب سمجھ لیا ۔ چند نوجوانوں نے اپنی جمعیت قایم کرکے یہ بھی کیا کہ ممنوع غذا کھا کر جوٹھا ہمسایوں کے گھروں میں پھینکنے لگے اور اسکو بڑی دلیری جاننے لگے کہ برملا ہندو مذہب کے رسوم و قواعد کی مخالفت کرلی شروع کی ۔

ان دنوں میں اس ملک کے غور و فکر کرنے والوں کی رائے دو خاص باتوں میں مختلف ہوگئی تھی ۔ پہلی بات یہ تھی کہ تعلیم انگریزی زبان میں سنسکرت یا فارسی اور عربی میں دیجائے ۔ دوسری بات یہ تھی کہ ستی ہونے کا رواج مسدود کیا جائے یا بدستور سابق رکھا جائے ۔ جب ان دو مخالف حریفوں میں مباحثے اور مجادلے پڑ گئے تو ہندو مذہب کی خوبی کھلنے لگی ۔ لوگ انگریزی زبان کے شوق میں اپنی مادری زبان سے بیخبر ہوگئے ۔ وہ ایلیز اور ایگمنن ایسے ایسے انگریزی شخصوں کے دادا اور لکڑ دادا کے نام بھی بتا سکتے تھے ۔ لیکن اگر یہ پوچھئے کہ بدھشٹر کون تھے تو حیران ہوکر منہ دیکھنے لگتے تھے ۔ موقع پاکر عیسائی پادری اچھے اچھے لوگوں کو اپنے دین میں لے آئے ۔

دینی تحریک ۔ ان دنوں جن بزرگوں نے ہندو دین کی اصلاح کرکے باقیماندہ لوگوں کو عیسائی ہونے سے بچایا اُن میں سے آریہ سماج کے سوامی دیانند (۱۸۲۷ء سے ۱۸۸۳ء) برامہ سماج کے راجہ رام موہن رائے

(سنہ ۱۷۷۴ء سے سنہ ۱۸۳۳ء) کیشو چندر سین (سنہ ۱۸۳۸ء سے سنہ ۱۸۸۴ء) اور
پرارتھنا سماج کے مہادیو گوبند راناڈے (سنہ ۱۸۴۲ء - سنہ ۱۹۰۱ء) تھے۔
عام طور سے یہ سب لوگ موحد ہیں اور بت پرستی کو بیکار جانتے ہیں۔ وہ
بیواؤں کی شادی۔ عورتوں کی آزادی۔ جماعتی طور پر خدا کی بندگی کا اعتقاد
رکھتے ہیں۔ آریہ سماجی وید کی دینی رسموں میں ہون کو فرض جانتے ہیں۔
اس سماج کے لوگوں نے تعلیم کے پھیلانے اور چھوت کا رواج بند کرنے
اور شدھی وغیرہ جاری کرنے میں بہت فائدہ پہونچایا ہے۔ ہندو دین کے
رام کرشن پرمہنس (سنہ ۱۸۳۳ء - سنہ ۱۸۸۶ء) اون کے چیلے سوامی ویویکانند
(سنہ ۱۸۶۳ء سے سنہ ۱۹۰۲ء) تھیوسافیکل سوسائٹی کی میڈم بلیوسکی (سنہ ۱۸۳۱ء
سنہ ۱۸۹۱ء) اور کرنل اسکاٹ (سنہ ۱۹۰۷ء میں انتقال کیا) کے نام مشہور ہیں
ان سب بزرگوں نے بہت کوشش سے قسم قسم کی اصلاحیں کر کے
لوگوں کی دینی زندگانی میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا۔ سرکار نے بھی قانون
جاری کر کے برے رواجوں کو جیسے ستی ہونا۔ جگرناتھ جی کے پہیے کے نیچے
دب مرنا۔ گنگا ساگر کے سنگم میں ڈوب مرنا اور غلامی وغیرہ بند کر دیا۔
اسلام میں بھی اس زمانے میں وہابی اور احمدیہ یہ دو نئے فرقوں کا
ظہور ہوا۔ بالعموم وہ پیغمبر صاحب کی بزرگی نہیں مانتے۔ وہابی بہت
بڑے متعصب ہیں۔ بغاوت کے جرم میں کئی بار انکی سخت سزائیں ہوئیں۔
۱۰ احمدیہ فرقے کا خیال کسیقدر آزادانہ ہے۔

حال کی جماعت ۔ لیکن پُرانے ہندو جماعت کی رسم و رواج کے
خلاف جو یہ باتیں ہوئیں وہ بالکل بیکار نہ ٹھہریں آج جو ہندو دھرم والوںمیں
آزادی سمائی ہے وہ اوسی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ آجکل پردے کی پابندی
پہلے کی طرح نہیں رہی۔ آجکل اچھّے اچھّے گھرانے کی عورتیں چہرے کا
خوب پردہ کرکے عام مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں۔ اور بعض عورتیں
مجلسوں کے بعضے کاموں میں بھی حصّہ لیتی ہیں۔ ریل کے ہونے سے اور
انگریزی تعلیم کے بڑھنے سے ذاتوں کا لحاظ بھی کم ہو رہا ہے یہانتک
کہ فی الحال مہاراجہ گائکواڑنے اپنی ریاست میں ذاتوں کا لحاظ مسدود کر دیا
ہے۔ قوم کو اچھا بنانے کے لئے اچھی ماں کی ضرورت ہے۔ اس لئے
تعلیم نسواں کے شایع ہونے کے واسطے سرکار بڑی بڑی تدبیریں کر رہی
ہے۔ پنڈت ایشور چندر و دیا ساگر (سنہ ۱۸۲۲ء - سنہ ۱۸۶۱ء) کی تحریک
سے سرکار نے بیواؤں کی شادی کو جائز کر دیا ہے (سنہ ۱۸۵۶ء)۔ مختلف
ذاتوں کے باہم ازدواج کا قانون جاری کرنے پر غور ہو رہا ہے۔ لیکن
سرکار کے غیر مُلکی ہونے کے سبب جبتک عام لوگوں کی رائے نہو
سرکار دست انداز نہیں ہو سکتی۔

تعلیم کی ترقی کے ہمراہ لوگوں کو یہ خیال بھی دلنشین ہوا ہے کہ آدمی سب
برابر درجہ رکھتے ہیں۔ اور آپس میں بڑائی کے دعوے فرد ہوتے جاتے
ہیں۔ پہلے جو چھوٹی ذات کے سمجھے جاتے تھے آجکل وہ بہت ترقی.

کر رہے ہیں اور نئے حقوق حاصل کرتے ہیں۔ اسلامی جماعت میں بھی پردے کے خلاف تحریک ہو رہی ہے اور تعلیم نسواں جاری ہوتی جاتی ہے۔

انگریزی سلطنت میں سب باتوں میں جتنی ترقی ہوئی اتنی ہی ہملوگوں کی ضرورتیں بھی زیادہ ہوگئیں۔ ہم لوگوں کی آمدنی بڑھی تو خرچ بھی بڑھ گیا۔ آجکل ہم لوگوں کے معاشرت کے طریقے بہت بدل گئے ہیں۔ فیشن کے پابند ہونے سے فضول خرچی زیادہ ہوگئی ہے۔ لڑائی کے بعد سے ہملوگوں کا خرچ دُگنا ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں کے باپ دادا جتنا سال بھر میں خرچ کرتے تھے ہم ایک مہینے میں اوڑھا ڈالتے ہیں۔

تعلیم۔ مسلمانوں کے عہد میں سلطنت کی طرف سے تعلیم کا کوئی معقول بندوبست نہ تھا۔ صرف برہمن اور عالی خاندان مسلمان تعلیم یافتہ ہوتے تھے آجکل بادشاہ وقت کی تعلیم کی طرف بہت توجہ ہے۔ مختلف قسموں کی تعلیم کے لئے مختلف مدرسوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ ابتدائی تعلیم دینے کے واسطے ابتدائی مکتب ہیں۔ ہر تحصیل میں ہندی یا اُردو مڈل اسکول ہیں۔ ہر ضلعوں میں انگریزی زبان کی تعلیم اور اعلیٰ علوم میں قابل بنانے کے لئے ہائی اسکول اور کالج ہیں۔ انکے علاوہ کلکتے۔ ڈھاکے۔ رنگون۔ پٹنہ۔ بنارس۔ الہ آباد۔ علیگڈھ۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ لاہور۔ حیدرآباد۔ میسور۔ ناگپور۔ بمبئی و مدراس میں یونیورسٹیاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی قدیم طور پر تعلیم دینے کے لئے بوپور کی بشو بھارتی۔ کانگڑی کا گورو کل اور

رشی کل بھی ہیں۔

دنیا کو ہندوستانی علمی لیاقت سے واقف کرنے کے لیے ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور اور ڈاکٹر جگدیش چندر بوس کا سفر عالم قابل ذکر ہے۔ بشو بھارتی کے قایم ہونے کے بعد مغربی ملکوں کے بڑے بڑے عالم اس ملک میں متعین طور پر آنے جانے لگے۔ اس طرح سے مشرقی اور مغربی ملکوں میں درمیان رائے اور خیال کے باہم مبادلے ہوتے ہیں اس سے آپس میں واقفیت رکھنے کا اچھا موقع نکلا ہے۔ کاریگری کے فن۔ قانون ملکی۔ تجارت۔ انجینیری۔ ڈاکٹری اور اکثر علوم و فنون کے لیے جدا جدا اسکول اور کالج ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگوں کی تحریص و ترغیب کے واسطے کتب خانے عجائب خانے یا دے کتبخانے جہاں سب لوگ آزادی سے بیٹھ کر کتابیں اور اخبار پڑھیں اور ہر علم و فن کی مجلسیں بھی موجود ہیں۔

ادبیات۔ انگریزی زبان کی تعلیم کے علاوہ دیسی زبانوں کے سکھانے کی بھی بہت ترقی ہو رہی ہے۔ سنہ ۱۷۴۸ء میں جس دن کیری صاحب اور چند پادریوں نے شیورام پور میں پہلے پہل چھاپے خانے قایم کیا وہ دن بیشک یادگار زمانہ ہے۔ اوس دن سے آجتک دیسی زبانوں میں ہر روز بیحد و بیشمار کتابیں چھپ کر شایع ہوا کرتی ہیں۔ بنگلہ زبان میں بندے ماترم کے مخلص بنکم چندر چٹرجی (سنہ ۱۸۳۸ء۔ سنہ ۱۸۹۴ء) اور نوبل پرائز کے پانے والے (سنہ ۱۹۱۳ء) شاعر بیمثل رابندر ناتھ ٹیگور نے

(۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے) اپنی نظم کا ڈنکہ بجا دیا ہے۔ ہندی میں پریم ساگر کے مصنف للو لال جی ۱۸۰۰ء میں گذرے ہیں۔ بھارتیندو بابو ہرشچندر (۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے اور قریب سینتیس برس کی عمر میں انتقال ہوا) بہت اچھے شاعر تھے۔ مرہٹی میں لاؤنی کے لکھنے والے رام جوشی (۱۸۱۲ء میں انتقال کیا) اور اننت پھاندے (۱۸۱۹ء میں رحلت کی) شہرۂ آفاق ہیں۔ اُردو میں زبردست شاعر سودا (۱۷۸۰ء میں انتقال کیا) میر تقی (۱۸۱۰ء میں انتقال کیا) اور ولی محمد (۱۸۲۸ء میں فوت ہوئے) بڑے نامی گرامی سخنور گذرے ہیں۔ آجکل سر محمد اقبال اُردو کے بہت بڑے شاعر ہیں۔

کاریگری۔ اس زمانے میں کلیں اور مشینیں بہت نکلیں اس سے باریک دستکاریاں قریب قریب مفقود ہوگئی ہیں۔ عہد قدیم کے ہندو اور مسلمان امیر نواب راجہ بادشاہ دستکاروں کی قدر بہت کرتے تھے۔ سرکار انگریزی اِن کا خیال زیادہ نہیں کرتی۔ اگرچہ ترقی کا کوئی وصیلہ نہ رہا تاہم خوشی کی بات ہے کہ تھوڑے دن ہوئے کہ پُرانے ہندو مصور کی طرز پر کلکتہ میں ایک نئے طرز کی مصوری جاری ہوئی ہے اس کا نام کلکتہ کی طرز مصوری ہے۔ اس طرز کے خاص افسرد حامی ڈاکٹر اوبندر ٹھاکر اور بابو نندلال ہیں۔ لاہور جے پور اور دوسری ریاستوں میں انڈ و سارنک اور راجپوت طرز مصوری ابھی تک

کچھ باقی ہے۔

تجارت۔ سلطنت برطانیہ قایم ہونے کے پہلے ہی اس ملک کی تجارت غیر ملک والوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اوس وقت سے یہاں کے لوگ محض معمولی تجارت کرتے ہیں۔ لیکن بڑے بڑے سوداگر سب غیر ملک کے باشندے ہیں۔ تاہم بمبئی میں اسی شہر کے باشندے جمشید جی ٹاٹاجی کی اولاد اور کریم بھائی بڑے جلیل القدر تاجر ہیں۔ جب سے یہاں سلطنت برطانیہ قایم ہوئی۔ ریل۔ دھوئیں کش۔ تار برقی۔ ڈاک کا رواج اور بہت سے کارخانوں کا ظہور ہوا۔ اور لاکھوں آدمی کی روزی کا وصیلہ بھی ہو گیا۔ اس کے علاوہ کوئلے۔ مٹی کے تیل۔ نمک اور چند اجناس کی کھانوں میں ہلوگ کام کر کے زندگی بسر کرتے ہیں۔

ختم کتاب۔ سنہ ۱۹۱۹ء ہمارے ملک کی تواریخ میں سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے لایق ہے۔ کیونکہ اسی برس ہندوستانیوں کو سوراج دینے کا کامل انتظام کیا گیا۔ ایسی تبدیلی کے وقت کے شروع میں جبکہ دل پُر امید ہو رہا ہے ہم اپنی تواریخی تالیف ختم کرتے ہیں۔ پڑھنے والوں نے اس کتاب میں پانچ ہزار برس کی سرگذشت پڑھی۔ اے میرے عزیز پڑھنے والو ذرا یہ تو بتاؤ کہ اتنا حال پڑھنے سے تم نے کیا سیکھا۔ اگر یہ سوال مجھسے پوچھا جائے تو میں یہی کہوں گا

کہ ہندوستان کی تواریخ پڑھنے سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ قدیم زمانے کے شروع میں ہمارے پیدائش کی سرزمین میں برہمن لوگ آئے۔ دنیا کے اس حصّے میں اُنھوں نے عجیب رونق اور بہار دیکھی۔ لہراتی ہوئی ندیاں دلوں کو ٹھنڈک پہونچاتی تھیں۔ ہوا کے جھوکوں کی دلفریب آوازیں روح کو فرحت دیتی تھیں۔ گڑگڑاتے ہوئے بادلوں کے نقارے خدا کے جلال کو ظاہر کرتے تھے۔ اور ہر منظر میں اوسی پروردگار کی شان دکھائی دیتی تھی۔ لق و دق جنگلوں کے سنّاٹے میں اوسی کی قدرت آشکارا تھی۔ بلند پہاڑ آسمان سے باتیں کرتے تھے اور گویا اوسی خلاق عالم کی تعریفیں کرتے تھے۔ ویران ریگستان کے دُور دراز میدان اُسی کی عظمت دکھاتے تھے۔ بس ان نو وارد برہمنوں نے اوسی کردگار بزرگ کی حمد و ثنا میں وید اور اوپنشدوں کے گیت گائے اور اپنے اس وطن کی خوبیوں کی قدر و توقیر کرنے لگے۔ لیکن ایک بات انھوں نے نامناسب کی۔ فرقوں کے آدمیوں کا حق اپنے ہی قبضہ میں لے لیا اور دوسری قوموں کو اپنا غلام اور اس پر اپنی حکومت کا تخت بچھایا۔ جسم کو فاقہ کشی میں مبتلا کرکے ذہن کو ترقی دی۔ یہ کہنا غلط نہیں کہ اوس وقت سے پہلے نوسو سال ابھی میں گذرے کہ برہمن لوگوں کی اس غلطی کی اصلاح ہو۔ اور اس نوسو سال کی تواریخ اسی غلطی کی اصلاح کی تواریخ ہے۔

فتحمند مسلمانوں کی سلطنت میں برہمن اور شودر سب یکساں ہو گئے
برہمن اور چنڈال تک میں بھی کوئی فرق باقی نہ رہا۔ سب پر سختیاں
ہونے لگیں۔ ذات کے رواج میں بھی سختی نہ رہی۔ فائدہ اس جبری سلطنت
سے یہ ہوا کہ برہمن انسانی فرض کو سمجھ گئے کہ سب انسان برابر سمجھے
جانے چاہئیں۔ خدا کے بندے سب ہیں۔ یہ سب برہمنوں کو زحمتیں
اوٹھاکر حاصل ہوا۔ اب انگریز آئے۔ ان ہمتوروں نے یورپ سے
لائی ہوئی علم کی دولت دیکر ہندو۔ مسلمان۔ برہمن۔ سید۔ پارسی۔
سکھ سب میں مساوات کا خیال پیدا کر دیا اور رفتہ رفتہ سب کے
دل میں یہ خیال مستحکم کر دیا کہ کہیں کے آدمی ہوں درجے میں سب
برابر ہیں۔ ہماری تہذیب کے لئے ریل۔ تار۔ ڈاک۔ چھاپہ خانے
جاری کئے۔ اور سب قوموں کے ساتھ ارتباط رکھنے اور داد و ستد
کرنے کے قاعدے بنائے۔ ہندوستان کی مختلف قوموں کا دل
اتحاد کی زنجیر طلائی سے باندھ دیا۔ آج انھیں انگریزوں کی حکومت
سے ہماری ہندوستانی قوم بھی دنیا کی اور قوموں کی طرح ایک جلیل القدر
قوم ہوگئی ہے۔ ہندو اور مسلمان پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں۔ پارسی سکھوں
کے ساتھ برادرانہ الفت رکھتے ہیں۔ آج انھیں کی تعلیم تربیت کی
بدولت تمام ہندوستانی قومیں اس ملک کو اپنی مادری زمین کہکر
اوس کی تعظیم کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کو اپنا حقیقی بھائی جانتی

ہیں۔

یہ قومی اتحاد یورپ میں سترہ سو یا اٹھارہ سو برس میں قیام پذیر ہوا۔ مگر اون غیر ملکی لوگوں نے ہمارے ہندوستان میں یہ اتحاد ڈیڑھ سو برس میں مستحکم کر دیا۔ دنیا کی تواریخ میں اس قسم کی نظیر کہیں نہیں پائی جاتی۔ خدا سے ہمیشہ ہم یہی دعا کرتے ہیں کہ انگریزوں نے جو ہمارے ساتھ خیر خواہانہ سلوک کیا ہے۔ اوسکو ان ترقی کے دنوں میں کبھی بھول نہ جائیں۔

سلیمانی پریس۔ محلہ گائے گھاٹ شہر بنارس میں چھپی

SELECT OPINIONS.

Dr. D. B. SPOONER, B A., Ph. D., Sometime Director-General of Archaeology in India, Simla. "*I have been struck with the judicious character of your account*"

Mr. K. P. JAISWAL, M. A., Bar-At-Law, Editor, Journal of the B. & O Research Society, Patna: "*It is very good; the treatment is quite upto the mark and the language is just what is desired.*"

Dr. RADHA KUMUD [illegible]ERJI, M. A., P. R. S. Ph D., University Professor of Indian History, Lucknow University: "*I have found it to be singularly up-to-date both in the matter presented and in the manner and of presentation. It should rank very high amoung the numerous Matriculation text-books of Indian History.*"

Dr. SHAFAAT AHMAD KHAN, M. A., D. Litt., University Professor of Modern Indian History, Allahabad University: "*It is fairly well written and will be very useful to the students.*"

Dr. TARA CHAND, M. A.. D. Phil., Principal, K. P. University College, Allahabad, "*I am impressed with its freshness of outlook and statement.*"

Dr. BENI PRASAD M. A., Ph. D. Reader in Politics Allahabad University: "*I am inclined to think very highly of your book.*

"THE LEADER," Allahabad: "*The book marks a clear advance in the aims and methods of teaching and studing history in our schools ....It is not devoid of touches of originality.*"

"THE SEARCHLIGHT." Patna: "*This is an attempt to write a history of India in Hindi from a real historical point of view in the light of recent important historical discoveries It is written in a very simple and easy style.*

Printed by Pt. Shyam Narayan Sharma at the

BHUMIHAR BRAHMAN PRESS, BENARES CITY.

AND

Published by P. N. Roy M. Sc.,

Raja Harischandra Road, Benares City.